تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

44

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
29واں سال

6 تا 12 جمادی الاولیٰ 1442ھ / 22 تا 28 دسمبر 2020ء

مقصدِ حیات

اسلام نے انسان کو دنیا میں خدا کا نائب قرار دیا ہے اور اس کی زندگی کا مقصد یہ متعین کیا ہے کہ جس آقا کا وہ نائب ہے' اس کی خوشنودی حاصل کرے۔ یہ مقصد چونکہ عین اس کی زندگی کا مقصد ہے' اس لیے ضروری ہے کہ اس کی زندگی کے تمام اعمال کا رخ اسی مقصد کی طرف پھر جائے۔ اس کے نفس اور اس کے جسم کی تمام قوتیں اسی مقصد کی راہ میں صرف ہوں۔ اس کے خیالات وتصورات اور حرکات وسکنات پر اسی مقصد کی حکومت ہو۔ اس کا جینا اور مرنا' اس کا سونا اور جاگنا' اس کا کھانا اور پینا' اس کے معاملات اور تعلقات' اس کی دوستی اور دشمنی' اس کی معیشت اور معاشرت' غرض اس کی ہر چیز اسی ایک مقصد کے لیے ہو۔ اور یہ مقصد اس کے اندر اس طرح ساری و جاری ہو جائے کہ گویا وہی اس کی وہ روح ہے جس کی بدولت وہ زندہ اور متحرک ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی زندگی کا یہ مقصد رکھتا ہو' اور اسی مقصد کے لیے زندہ ہو' وہ اس شخص کی طرح زندگی بسر نہیں کر سکتا جس کے پیش نظر کوئی مقصد نہ ہو' یا اگر ہو بھی تو اس مقصد سے مختلف ہو۔ یہ مقصد تو اپنی عین فطرت کے اعتبار سے انسان کو ایک عامل اور کارکن ہستی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ایسا عامل اور کارکن جو زندہ ہے صرف اس لیے کہ اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کرے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

فرمانِ الٰہی و فرمانِ نبویؐ

بھارت ایک Rogue ریاست

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے!

بھارتی دہشت گردی اور سکھوں کی تحریک

فکرِ اقبال کی روشنی میں حالات حاضرہ

The staggering scale of India's......

بلا دلیل بدگمانی جائز نہیں ہے

الھدیٰ (917)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ النُّور — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات:12 تا 5

لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِہِمۡ خَیۡرًا ۙ وَّ قَالُوۡا ہٰذَاۤ اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۲﴾ لَوۡلَا جَآءُوۡ
عَلَیۡہِ بِاَرۡبَعَۃِ شُہَدَآءَ ۚ فَاِذۡ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِالشُّہَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنۡدَ اللّٰہِ ہُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ
عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ لَمَسَّکُمۡ فِیۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِیۡہِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿ۚۖ۱۴﴾ اِذۡ تَلَقَّوۡنَہٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ
وَ تَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاہِکُمۡ مَّا لَیۡسَ لَکُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ وَّ تَحۡسَبُوۡنَہٗ ہَیِّنًا ٭ۖ وَّ ہُوَ عِنۡدَ اللّٰہِ عَظِیۡمٌ ﴿۱۵﴾

آیت ۱۲: ﴿لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡہُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِہِمۡ خَیۡرًا ۙ﴾ ”ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں اپنے بارے میں اچھا گمان کرتے“

﴿وَّ قَالُوۡا ہٰذَاۤ اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۲﴾﴾ ”اور کہہ دیتے کہ یہ تو ایک کھلا بہتان ہے!“

آیت ۱۳: ﴿لَوۡلَا جَآءُوۡ عَلَیۡہِ بِاَرۡبَعَۃِ شُہَدَآءَ ۚ﴾ ”کیوں نہیں وہ لے کر آئے اس پر چار گواہ؟“

اس طرح کے الزام کے ثبوت کے لیے چار گواہ پیش کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کے لیے لازمی تھا کہ چار گواہ پیش کرتے ورنہ خاموش رہتے۔

﴿فَاِذۡ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِالشُّہَدَآءِ فَاُولٰٓئِکَ عِنۡدَ اللّٰہِ ہُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۳﴾﴾ ”تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔“

چار گواہوں کی عدم موجودگی میں اسلامی قانون کے مطابق وہ لوگ جھوٹے ہیں۔

آیت ۱۴: ﴿وَ لَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ لَمَسَّکُمۡ فِیۡ مَاۤ اَفَضۡتُمۡ فِیۡہِ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۴﴾﴾ ”اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں‘ تو ضرور تمہیں پہنچتا بہت بڑا عذاب اس معاملے کے باعث جس کا تم نے چرچا کیا تھا۔“

آیت ۱۵: ﴿اِذۡ تَلَقَّوۡنَہٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ﴾ ”جب تم لے رہے تھے اسے اپنی زبانوں سے“

ادھر سے بات سن کر ادھر پہنچا دینا انسانی کمزوری ہے اور اسی انسانی کمزوری کی وجہ سے کوئی بھی ہیجان انگیز بات ”منہ سے نکلی کوٹھے چڑھی“ کے مصداق دیکھتے ہی دیکھتے جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے۔

﴿وَ تَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاہِکُمۡ مَّا لَیۡسَ لَکُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ﴾ ”اور تم اپنے مونہوں سے وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں تھا“

اس بارے میں جتنی باتیں تھیں سب سنی سنائی تھیں‘ ان کے پیچھے نہ کوئی علمی ثبوت تھا اور نہ کوئی گواہ۔

﴿وَّ تَحۡسَبُوۡنَہٗ ہَیِّنًا ٭ۖ وَّ ہُوَ عِنۡدَ اللّٰہِ عَظِیۡمٌ ﴿۱۵﴾﴾ ”اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے‘ جبکہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑی بات تھی۔“

کسی بھی مسلمان خاتون پر اس طرح کی تہمت لگا دینا بہت قبیح حرکت ہے‘ چہ جائیکہ اُمّ المومنینؓ زوجہ رسول کو ایسی تہمت کا ہدف بنا لیا جائے۔ اللہ کے نزدیک یہ حرکت کس قدر ناپسندیدہ ہوگی!

فرمان نبویؐ

تقویٰ اور حسن اخلاق

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ((اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُمَا کُنْتَ، وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ)) (رواہ الترمذی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم جہاں کہیں بھی ہو‘ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھا کرو اور گناہ کے بعد نیکی کر لیا کرو‘ وہ نیکی اس گناہ کو مٹا ڈالے گی۔ اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنے کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ تمام نیکیوں کی بنیاد ہے۔ اِس لیے حکم دیا گیا ہے کہ انسان جہاں کہیں بھی ہو (اور جس حال میں ہو) اللہ کا تقویٰ اختیار کرے کہ اس طرح وہ گناہوں سے بچا رہے گا۔ شیطان کا وار اُس پر اثر نہیں کرے گا۔ اگر کہیں غفلت میں مبتلا ہو کر اُس سے گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً نیکی کا کام کرے‘ اِس لیے کہ نیکیاں بہت سے صغیرہ گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ معاشرتی زندگی میں بندۂ مومن کی بہترین صفت حسن اخلاق ہے‘ سو حکم ہے اعلیٰ اخلاق کو اختیار کیا جائے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بھارت ایک Rogue ریاست

بھارت کی پاکستان میں دہشت گردی کا سلسلہ، سائبر وار اور بے شمار مختلف انداز میں جعلسازی کے ارتکاب کے واقعات دنیا کے سامنے آئے ہیں اِن خبروں نے محبِّ وطن پاکستانیوں کو ہرگز حیران نہیں کیا کیونکہ وہ بھارت سے اِس سب کچھ کی توقع رکھتے ہیں۔ حیرت اِس بات پر ہے کہ بھارت اِن غلیظ حرکات کا پندرہ سال سے ارتکاب کر رہا تھا لیکن جدید ترین ٹیکنالوجی کے حامل یورپ اور امریکہ کیوں بے خبر تھے اور اب جبکہ برسلز سے تعلق رکھنے والے ایک ادارے EU DisinfoLab نے سری واستو گروپ کی وہ تمام جعلسازی دنیا کے سامنے بے نقاب کر دی ہے جسے بھارتی ریاست کی سرپرستی حاصل تھی تو کیا یہ ممالک بھارت کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے اور کیا کوئی اور ملک چاہے چین اور روس جیسے بڑے اور طاقتور ملک ہی کیوں نہ ہوتے اِس قسم کی بددیانتی اور جعلسازی کرتے ہوئے بے نقاب ہوتے تو امریکہ اور برطانیہ ایسی ہی خاموشی اختیار کیے رکھتے جیسی اُنھوں نے بھارت کے اِن جرائم کے انکشاف کے باوجود کی ہوئی ہے؟

ہم سمجھتے ہیں کہ انصاف، آزادی، جمہوریت اور انسانی حقوق کا جو ڈھنڈورا یہ نام نہاد ترقی یافتہ ممالک پیٹتے رہتے ہیں اِس پر اِس کے سوا کیا تبصرہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ دورُخی ہے۔ یہ بدترین منافقت ہے۔ ضرب المثل تو یہ ہے کہ قانون اندھا ہوتا ہے لیکن آج کی حقیقت یہ ہے کہ عالمی قوانین کی بڑی بڑی آنکھیں ہیں کیونکہ یہ بات اب کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ بین الاقوامی سطح پر جرم کے حوالے سے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ یہ معمولی ہے یا سنگین ہے بلکہ دیکھتے ہیں کر کون رہا ہے؟ ہم نے جو عرض کیا ہے کہ محبِ وطن پاکستانی بھارت کی دہشت گردی کے ناقابلِ تردید شواہد ملنے اور فریب کاری و جعلسازی کے انکشاف پر حیران نہیں ہوئے تو اُس کی ایک بڑی مضبوط وجہ اور دلیل یہ ہے کہ برصغیر میں صدیوں سے ہندو اور مسلمان اکٹھے رہتے چلے آ رہے ہیں۔ مسلمان اِس قوم کی عیاری اور مکاری سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہندو اکثریت کا معاملہ یہ ہے کہ جب وہ کمزور ہوگا تو بغل میں چُھری ہوگی اور زبان سے رام رام کرے گا اور جب وہ طاقتور ہوگا تو ایسی ہی درندگی کا مظاہرہ کرے گا جیسی بھارت کی اقلیتیوں کے ساتھ اِس وقت کر رہا ہے۔

پاکستانیوں کی اکثریت تو سب کچھ جانتی ہے لیکن ایک قلیل تعداد یہ بھول چکی ہے اور اُنھیں یاد دلانے کی ضرورت ہے کہ بھارت کے سابق حکمرانوں کے سیکولرازم اور نریندر مودی کے ہندوتوا میں ذہنی اور فکری لحاظ سے کوئی فرق نہیں البتہ عملی فرق ہے۔ مودی ڈھٹائی اور بے شرمی سے اُن افکار پر عمل درآمد کر رہا ہے جس کے حوالے سے بھارت کے شروع کے حکمرانوں کو کچھ تذبذب اور جھجک تھی۔ پاکستان میں دہشت گردی کا عمل ڈھکے چھپے انداز میں مودی کے وزیر اعظم بننے سے پہلے بھی ہو رہا تھا لیکن اب

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
6 تا 12 جمادی الاولیٰ 1442ھ جلد 29
22 تا 28 دسمبر 2020ء شمارہ 44
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

زیادہ کھل کر اور بہیمانہ انداز میں ہو رہا ہے۔ جس جعلسازی کا انکشاف EU DisinfoLab نے کیا ہے وہ پندرہ سال سے ہو رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی حکومتوں نے بھی اِس حوالے سے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اور اِس پیدائشی اور ازلی دشمن کی اِن کارروائیوں کا کوئی تدارک نہیں کر رہی تھیں اور اب بھی یہ انکشاف موجودہ حکومت نہیں بلکہ ایک مغربی ادارہ کر رہا ہے۔

اس حوالے سے مذکورہ رپورٹ کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

برسلز میں واقع EU DisinfoLab نامی ادارے نے اپنی ایک تحقیقی رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق بھارت دنیا کے 116 ممالک میں پھیلے 750 سے زائد جعلی ذرائع ابلاغ کے وسیع نیٹ ورک کی باقاعدہ سرپرستی کر رہا ہے جس کا واحد مقصد اپنے حریف ممالک خاص طور پر پاکستان کے خلاف جعلی خبریں اور جھوٹا پروپیگنڈا پھیلانا ہے تاکہ حریف ممالک خاص طور پر پاکستان کا دنیا میں امیج بری طرح خراب ہو اور بھارت اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین جیسے عالمی اداروں کی ہمدردیاں حاصل کر کے اپنے مفادات حاصل کر سکے۔ اس یورپی ادارے نے انکشاف کیا ہے کہ بھارت کی سرپرستی میں کام کرنے والے اِن جعلی ذرائع ابلاغ میں مختلف این جی اوز، انسانی حقوق کی تنظیمیں، متعدد مشکوک تھنک ٹینکس شامل ہیں۔ رپورٹ کے مطابق یہ ذرائع جعلی صحافیوں، نقلی میڈیا اور جعلی پریس ایجنسیوں کو اپنے ان گھناؤنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ یہ ذرائع پاکستان کا امیج خراب کرنے کے لیے جعلی خبریں اور جعلی مواد تیار کرتے ہیں جو سوشل میڈیا سمیت مختلف ذرائع سے دنیا میں پھیلایا جاتا تھا۔

اس تحقیقی ادارے کی رپورٹ کے مطابق ان بھارتی ذرائع نے اپنے مکروہ مقاصد کے لیے یورپی پارلیمنٹ کے لیٹر ہیڈ کا بھی ناجائز استعمال کیا، جعلی فون نمبروں کے ساتھ ویب سائٹیں رجسٹرڈ کیں، اقوامِ متحدہ کو جعلی ایڈریس فراہم کیے اور جعلی پبلشنگ کمپنیاں تشکیل دیں تاکہ وہ بھارتی مفاد کے لیے کام کرنے والے تھنک ٹینک کی کتابیں چھاپیں۔ اس کے علاوہ 95 ممالک میں 500 سے زیادہ جعلی مقامی میڈیا آؤٹ لیٹس کے پورے نیٹ ورک نے پاکستان اور چین کے بارے میں منفی اعداد و شمار پیش کرنے میں مدد فراہم کی۔ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ جعلی خبروں کا کام ہندوستانی اسٹیک ہولڈرز نے سنبھالا ہوا تھا جن میں بھارت کا سری واستو گروپ سرفہرست تھا۔

بھارت کی اس جعلسازی اور دھوکہ دہی کو سرسری طور پر دیکھنے کے بعد اس کو محض گھناؤنا اور مذموم قرار دیا جائے تو ہر شریف النفس انسان اور اچھے کردار کے حامل ادارے کو یہ احساس ہوگا کہ حقِ مذمت ادا نہیں ہوا۔ شاید اِس طرح کی فریب کاری کے لیے کسی بھی زبان کی لغت موزوں مذمتی الفاظ فراہم نہیں کر سکتی۔ ایسی حرکات سے اخلاقیات کا جنازہ تو نکل ہی جاتا ہے۔ اصل نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان ہر شے کو مشکوک اور غیر یقینی سمجھنے لگتا ہے۔ باہمی اعتماد اُٹھ جاتا ہے اور بے یقینی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسانی معاشرے کو اِس دجل سے بچانے کا اصل حل صرف اور صرف یہ ہے کہ مجرم ادارے یا ملک کو ایسی مثالی سزا دی جائے جس سے اُس کو اتنا شدید سیاسی اور معاشی نقصان اُٹھانا پڑے کہ کم از کم اداروں اور ملکوں کی سطح پر تو آئندہ کوئی ایسی گھٹیا حرکت نہ کرے۔ ہمیں بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمیں ایک ایسے ہمسائے سے واسطہ پڑا ہے جسے لفظِ شرافت اور نفاست سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ بھارت کی اِس وقت یہ پوزیشن ہے کہ وہ انگریزی کے لفظ Rogue کے مفہوم کے مطابق ایک Rogue State ہے اور اُردو کے لفظ روگ ریاست یعنی ایسی ریاست بھی ہے جسے ایک بیماری لاحق ہے اور خطرہ یہ ہے کہ بھارت یہ وائرس دنیا بھر میں نہ پھیلا دے۔

سوال یہ ہے کہ اس کا حل کیا ہے؟ ہمارے نزدیک ہر صورت دجل و فریب اور کج روی سے بچنا ہوگا اور اسلام کے بنیادی اُصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے حق اور سچ پر قائم رہنا ہوگا۔ ہم بھارت سے صرف اُس صورت میں مقابلہ کر سکیں گے اگر ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار ہو۔

احباب نوٹ فرمالیں

"سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے ایک آن لائن بک سٹور "بک فیئر" نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ بانی تنظیم اسلامی و صدر موسس مرکزی انجمن خدام القرآن سے منسوب ایک کتاب چھاپی ہے۔ اس کتاب کے حوالے سے ہمیں استفسارات موصول ہو رہے ہیں۔ قارئین و احباب نوٹ فرمالیں کہ یہ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی باقاعدہ تالیف نہیں ہے بلکہ پبلشر نے ان کی مختلف کتب سے اپنی پسند و انتخاب سے اقتباسات کو جمع کر کے یہ کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کی تیاری اور اشاعت کا تنظیم اسلامی و مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور سے نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہی وہ اس میں شائع کردہ مواد کے حوالے سے جوابدہ ہیں۔ یہ بات بھی واضح رہے کہ اس کتاب کی تیاری میں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے کسی عہدے دار یا ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادگان میں سے کسی نے بھی معاونت نہیں کی ہے۔ بہت سے حضرات نے اس کتاب میں متعدد اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔ جس پر مرکزی انجمن خدام القرآن نے "بک فیئر" کے مالکان کو متنبہ بھی کیا ہے اور ان اغلاط کو درست کرنے کی تاکید بھی کی ہے۔

تنظیمِ اسلامی و مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور۔

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے!

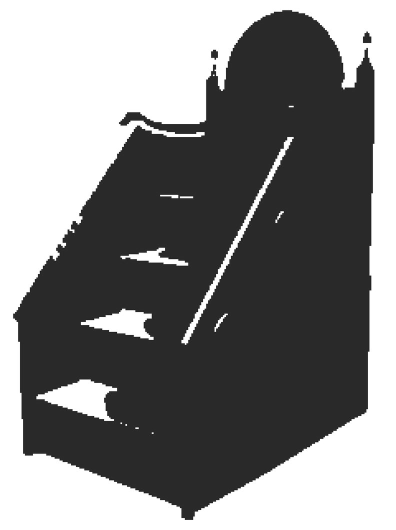

(سورہ الطور کی آیت 35 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے 4 دسمبر 2020ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ ٔ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن حکیم کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں ہم سورۃ الطور کا مطالعہ کر رہے ہیں زیر مطالعہ آیات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے سوالات کا ایک انداز ہے اور اسی کے ذیل میں قرآن کے مختلف اسالیب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ مشرکین مکہ جو اللہ کے ساتھ شرک کر رہے تھے، کبھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دے رہے تھے اور کبھی بتوں کو معبود کا درجہ دے رہے تھے اور کچھ لوگ سرے سے ہی خالق کائنات کے منکر تھے۔ یہاں ان مختلف قسم کے عقائد رکھنے والوں کو سوالیہ انداز میں غور وفکر کی دعوت دی جارہی ہے۔ یہ انداز کلام جو اس مقام پر آرہا ہے یہ عربی اسلوب کے اعتبار سے بڑا ہی جلالی، بڑا ہی ادبی اور بڑا فصاحت وبلاغت والا انداز ہے کہ سوالات کر کے لوگوں کو متوجہ کیا جارہا ہے اور دروں بینی یعنی اپنے اندر جھانک کر غور وفکر کی دعوت دی جارہی ہے۔ آج کا مطالعہ ہم سورۃ الطور کی آیت 35 سے شروع کر رہے ہیں۔ فرمایا:

﴿اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَیۡرِ شَیۡءٍ اَمۡ ہُمُ الۡخٰلِقُوۡنَ ﴿۳۵﴾﴾

''کیا یہ بغیر کسی کے بنائے ہوئے خود بن گئے ہیں یا یہ خود ہی خالق ہیں؟''

یہ بڑا سادہ انداز ہے لیکن بہت گہرا مسئلہ ہے جو زیر گفتگو آرہا ہے۔ یعنی یہ جو نبی اکرم ﷺ کی دعوت کا رد کر رہے ہیں ان سے سوال ہو رہا ہے کہ کیا یہ کسی خالق کے بغیر از خود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں۔ دو ہی امکانات ہیں یا تو کوئی ہستی ہوگی جو پیدا کرتی ہوگی یا پھر وہ مخلوق ہوگی۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پوری کائنات کا خالق ہے، باقی سب کچھ مخلوق ہے۔ بہت سادہ سی بات ہے۔ اس کے بہت سے واضح دلائل جابجا قرآن حکیم میں بیان کیے گئے لیکن جب قرآن نازل ہو رہا تھا اس وقت بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو جہالت میں خالق کا انکار کر رہے تھے جبکہ آج کے دور میں بھی حالانکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آج دنیا بہت ترقی یافتہ ہے اور علم کے خزانے تلاش کر لیے گئے ہیں لیکن علم کے نام پر ڈارونی جہالت کو فالو کرنے والے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ خود بخود پیدا ہو گیا۔ ان للہ وانا الیہ راجعون! ماضی میں امام ابوحنیفہؒ کے دور میں ایک دہریہ تھا جو کہتا تھا کہ خالق کائنات نہیں ہے۔ لوگوں نے اس کا امام ابوحنیفہؒ سے مناظرہ طے کروا دیا۔ امامؒ شعوری طور پر مناظرے کے مقام پر کچھ دیر سے پہنچے۔ دہریے نے کہا کہ امام صاحب نے وقت کی پابندی نہیں کی۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا راستے میں ایک

مرتب: ابوابراهیم

دریا تھا جسے پار کرنے کے لیے کشتی موجود نہیں تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک درخت خود بخود کٹ کر گر گیا اور خود بخود اس کے ٹکڑے ہو گئے، وہ ٹکڑے خود بخود جڑنا شروع ہو گئے اور یکایک کشتی بن گئی اور دو ٹکڑے لکڑی کے چپو بھی بن گئے اور وہ خود بخود سمٹ کر کنارے پر آگئے اور میں بیٹھ کر آگیا۔ اس سارے عمل میں تاخیر ہو گئی۔ دہریے نے کہا: یہ کیسے ممکن ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ تو اتنا ماننے کو تیار نہیں ہے کہ کشتی خود بخود بن سکتی ہے تو اتنی بڑی کائنات کسی بنانے والے کے بغیر خود بخود کیسے بن گئی؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں اونٹوں کو کہ انہیں کیسے بنایا گیا ہے! اور (کیا یہ دیکھتے نہیں) آسمان کو کہ کیسے بلند کیا گیا ہے! اور (کیا یہ دیکھتے نہیں) پہاڑوں کو کہ کیسے گاڑ دیے گئے ہیں! اور (کیا یہ دیکھتے نہیں) زمین کی طرف کہ کیسے بچھادی گئی ہے!'' (الغاشیہ: 17 تا 20)

عرب میں رہنے والا ایک بدو بھی سمجھتا تھا کہ یہ اونٹ ہمارے ہاتھوں کا بنایا ہوا نہیں، کوئی اسے بنانے والا ہے، یہ پہاڑ خود بخود بن کر زمین پر جم نہیں سکتے، یہ آسمان خود بخود کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ایک بدو سے پوچھا گیا: تم نے خالقِ کائنات کو کیسے پہچانا؟ اس نے کہا یہ مینگنیاں نظر آرہی ہیں؟ یہ گواہی دے رہی ہیں کہ یہاں سے کسی بکری کا گزر ہوا، اسی طرح انسان کے سامنے پہاڑ کھڑا ہے، زمین موجود ہیں، انسان موجود ہیں۔ کیا یہ خود بخود پیدا ہو گئے؟ ایک بوڑھی ماں سے چودہ صدیاں پہلے پوچھا گیا: تم نے خالقِ کائنات کو کیسے پہچانا؟ کہا: یہ چرخہ میرے بغیر چلتا نہیں ہے، تیرا کیا خیال ہے یہ دنیا خود بخود بن گئی۔ یہ سورج چاند ستارے خود بخود بن گئے۔ یہ سادہ دلائل ان لوگوں کے پاس بھی تھے۔ آج کے سائنسی ذہن رکھنے والے انسان کے سامنے تو بہت کچھ واضح ہو چکا ہے۔ چاہے بگ بینڈ کا تصور ہو، ایکسپینڈنگ یونیورس کا تصور ہو، ہزاروں گیلیکسیز کا تصور ہو، ان کے سولر سسٹم کا تصور ہو اور ان کا مناسب فاصلے پر ہونے کا تصور ہو۔ جیسے کہ زمین اور سورج کے درمیان فاصلہ بہت مناسب ہے۔ سورج ذرا قریب ہو تو یہ حیات بھٹی بن کر ختم ہو جائے یا ذرا دور ہو تو برف کی طرح پگھل کر ختم ہو جائے۔ اللہ نے ہر شے موزوں بنائی ہے۔ جتنا انسان غور وفکر کرے گا اس نتیجے پر ضرور پہنچے گا کہ کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے۔ میں اور آپ اس خالق کائنات کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں لیکن جو تلاش میں ہوگا تو اس کو آج بھی یہ دلیل دینی پڑے گی کہ کشتی خود بخود نہیں بن سکتی اور نہ چل سکتی ہے۔ اس کے پیچھے کوئی بنانے والا اور چلانے والا ہوگا۔ اسی طرح یہ کائنات اور اس کا یہ

پورا نظام الل ٹپ نہیں ہے۔ خالق کائنات کا انکار کرنے والے آج ہی نہیں ماضی میں بھی رہے ہیں۔ لیکن اللہ نے اس وقت بھی سادہ انداز میں اپنے کلام میں دلائل عطا کیے۔ کیونکہ اللہ کا یہ قرآن قیامت تک کے لیے محفوظ ہے۔ اسی لیے آج بھی اگر خالق کائنات کی ذات بابرکات کے حوالے سے ہمیں گفتگو کرنا ہو تو بنیاد قرآن حکیم کو بنایا جائے گا۔ لیکن آج دجال کا دجل، فریب، دھوکہ اس قدر نمایاں ہے، اسباب اس قدر ظاہر بن کر سامنے آ گئے کہ مسبب الاسباب نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ یہ اپنی جگہ ایک بڑا مسئلہ ہے کہ دنیا خوب نظر آ رہی ہے، دنیا کے نشیب و فراز، عروج و زوال، مسائل، خوشی، غمی سب کچھ نظر آ رہا ہے لیکن دنیا بنانے والے اور دنیا کو چلانے والے خالق پر انسان کی توجہ نہیں ہے۔ کائنات پر توجہ ہے لیکن خالق کائنات پر توجہ نہیں ہے۔ سائنس کہتی ہے کہ سورج حرکت کر رہا ہے لیکن ہمارا عقیدہ کہہ رہا ہے کہ سورج اللہ کے حکم سے حرکت کر رہا ہے۔ یہ فرق ہے سائنسی علم کا اور ایک بندہ مومن کے عقیدے کا۔ ہمارے لیے اصل دلیل اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیم ہے۔ سائنس بعد میں آتی ہے، وہ اس کے تابع رہے تو ٹھیک ہے ورنہ سب کچھ سائنس کے تابع کرنا شروع کر دیں تو یہ فطرت کی نفی ہوگی۔ کیا آج تک کسی سائنسی لیبارٹری کے اندر کراماً کاتبین کو ثابت کیا جا سکا ہے؟ ہمارا تو عقیدہ ہے کہ وہ موجود ہیں۔ ہم سورۃ الانفطار میں پڑھتے ہیں:

﴿كِرَامًا كَاتِبِينَ ﴿١١﴾ يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ ﴿١٢﴾﴾

’’جو بڑے باعزت لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو۔‘‘

یہ عقیدہ سائنسی علم پر بیس نہیں کرتا، یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان پر بیس کرتا ہے۔ ہمارا ایمان اس بنیاد پر کھڑا ہے۔ جیسا کہ اہل علم نے ایمان کی تعریف بیان فرمائی کہ: **تصدیق بما جاء بہ النبی ﷺ** ’’ہر اس بات کی تصدیق کرنا جس کی خبر محمد مصطفی ﷺ نے عطا فرمائی ہے‘‘

کسی لیبارٹری میں نہ روح ثابت کی جا سکتی ہے نہ کراماً کاتبین کو ثابت کیا جا سکتا ہے، نہ جبرئیل امین کو ثابت کیا جا سکتا ہے، نہ وحی کے نزول کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ یہ سارے معاملات جو غیب سے متعلق ہیں، ایمان سے متعلق ہیں ان کا معاملہ سائنس کی بنیاد پر نہیں بلکہ محمد مصطفی ﷺ کے فرمان کی بنیاد پر ہے۔ البتہ خالق کائنات کی عظمت اور اس کی قدرت کے نظارے اس کائنات میں جا بجا پھیلے ہوئے ہیں۔ سلیم الفطرت انسان جو کسی تعصب کا شکار نہ ہو، وہ جب بھی غور و فکر کرے گا تو مانے گا ضرور کہ کوئی ہے جس نے اس کائنات کو بنایا ہے اور کوئی ہے جو اس کائنات کو چلا رہا ہے۔

قرآن کا بڑا پیارا اور فطری اسلوب ہے، یہ غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور یہ انسان سے کہتا ہے کہ اپنے اندر جھانک کر اس سوال کا جواب تلاش کرو۔ آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ کیا یہ خود خالق ہیں؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر یہ خالق ہوتے تو ان کو بھوک کیوں لگتی ہے۔ مشرکین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم سلام علیہا دونوں کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں شریک کیا، یعنی خدا کا درجہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تین سادہ الفاظ میں اس سارے عقیدے پر پانی پھیر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ﴾ ’’دونوں کھانا کھاتے تھے۔‘‘ (المائدہ:75)

اللہ نے فرمایا کہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے اور جو کھانا کھاتا ہے وہ محتاج ہے اور محتاج کبھی خدا نہیں ہوسکتا تو یہ اتنی بڑی کائنات خود بخود کیسے بن گئی؟ تم کیسے مانے بیٹھے ہو؟ حالانکہ تم پنسل، سمارٹ فون اور چھوٹی چیزوں کے بارے میں مانتے ہو کہ یہ خود بخود نہیں بن گئیں تو اتنی بڑی کائنات کے بنانے والے کو کیسے نہیں مانتے۔ پھر تمہارا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا تم کسی بنانے والے کے بغیر بن گئے؟ یہ تمہارا بالکل بھونڈا عقیدہ ہے۔ دوسرا سوال کہ کیا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ یعنی کیا تم خود اپنے خالق ہو؟ یہ مزید بھونڈا عقیدہ ہوگا۔ نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ ابراہیم علیہ السلام سے مناظرہ ہوا۔ سورۃ البقرۃ میں ذکر آتا ہے۔ اس نے خدائی کا دعویٰ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ کہا: میں زندگی اور موت کا بھی اختیار رکھتا ہوں تو اس پر ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور دلیل پیش کر دی حالانکہ وہ اس کی اس بات کا بھی جواب دے سکتے تھے لیکن انہوں نے دوسری دلیل اس لیے پیش کی کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت کے دلائل بہت زیادہ ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

پریس ریلیز 18 دسمبر 2020ء

سقوطِ ڈھاکہ درحقیقت نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر نہ دینے کا نتیجہ تھا

شجاع الدین شیخ

سقوطِ ڈھاکہ درحقیقت نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر نہ دینے کا نتیجہ تھا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ 16 دسمبر کو یوم سیاہ قرار دینے یا ایک دوسرے کو پاکستان کو دولخت کرنے کا الزام دینے سے موجودہ پاکستان کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ اگر آزادی ملنے کے فوراً بعد نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دے دی جاتی، یعنی اِسلام کا عادلانہ نظام پاکستان میں رائج ہو جاتا تو پاکستان نہ صرف دولخت نہ ہوتا بلکہ خطے کا انتہائی مضبوط اور مستحکم ملک بن کر سامنے آتا اور ملک کے دونوں حصے جغرافیائی فاصلے کے باوجود ایک دوسرے کی تقویت اور استحکام کا باعث بنتے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اِس سانحہ عظیم سے کوئی سبق نہیں سیکھا اور ہمارے بعض نام نہاد لیڈر آج بھی لسانی اور طبقاتی تفریق پیدا کر رہے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم پارلیمانی جمہوریت، صدارتی نظام اور مارشل لاء آزما چکے لیکن پاکستان کے حالات نہ صرف سدھر نہیں رہے بلکہ اُن میں مزید بگاڑ پیدا ہو رہا ہے۔ لہٰذا ایمانی اور عقلی دونوں سطحوں پر یہ فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کون سا نظام پاکستان کو ایک عظیم ملک بنا سکتا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہر لحاظ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہیں کہ پاکستان کی بقا اور سلامتی کے لیے کامل اسلامی نظام کا قیام ناگزیر ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم وہ خوش قسمت قوم ہیں جس کی دنیا اور آخرت کی کامیابی ایک ہی شے یعنی اسلام سے جُڑی ہوئی ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

﴿فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ط﴾ (البقرہ:258)
''اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے آپ اسے مغرب سے نکال دیجیے (یہ سن کر) کافر حیران رہ گئے۔''

اس پر وہ خدائی کا دعویدار چپ ہو کر رہ گیا۔لہٰذا یہ بھونڈا عقیدہ ہے کہ بغیر کسی بنانے والے کے بن گئے۔اس میں کوئی دلیل اور بنیاد نہیں ۔ یہ صرف چودہ سو برس پہلے کے دلائل نہیں ہیں ۔ یہ دلائل آج بھی اتنے واضح ہیں اور یہ قیامت تک اتنے واضح رہیں گے کہ بڑے سے بڑا خدا کا منکر بھی ان کا جواب نہیں دے سکے گا۔

اس کا ایک اور حاصل یہ ہے کہ ہمیں دین کی دعوت قرآن کریم کے ذریعے دینی چاہیے کیونکہ قرآن کا پیغام یونیورسل ہے۔یہ صرف دیوبندیوں، بریلویوں یا اہل حدیث کے لیے نہیں ہے ، یہ صرف مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ سارے انسانوں کے لیے ہے۔آج ہم نے کچھ خول بنا کر اپنے آپ کو کچھ خاص چیزوں تک محدود کر دیا ہے کہ توحید کی بات فلاں مسلک والے کریں گے ، محبت رسول ﷺ کی بات فلاں مسلک والے کریں گے، جہاد کی بات فلاں کریں گے ۔عجیب بات ہے کیا محبت رسولؐ کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔توحید کے دلائل قرآن میں نہیں ہیں ۔ جہاد کا بیان قرآن حکیم میں نہیں ہے۔دعوت دین کی ترغیب اور حکم قرآن میں نہیں ہے،اقامت دین کی جدوجہد کا حکم قرآن میں نہیں ہے؟ ذرا کینوس بڑا کریں۔اُمت میں تو سبھی لوگ ہیں۔ایک اُمتِ دعوت ہے، ایک اُمتِ اجابت ہے۔اُمتِ اجابت وہ ہے جس نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔یہ اس وقت دو ارب کی تعداد میں ہے۔باقی چار پانچ ارب انسان اُمت دعوت میں شامل ہیں۔اس کو ہم نے اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔اتنا بڑا مشن جن کو دیا گیا تو وہ ایک خول میں اپنے آپ کو بند نہ کریں۔کوئی کسی ایک مکتب فکر سے منسلک ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن وہ مکاتب جو ختم نبوت اور سنت رسول ﷺ کی حجت کا انکار کر دیں تو یہی تو اہل باطل ہیں۔جو معروف مکاتب فکر ہیں ان میں سے کسی سے منسلک ہو جائیں لیکن سوچ اونچی رکھیں۔یہ اللہ کا کلام ساری انسانیت کے لیے آیا ہے ، یہ قیامت تک کے لیے ہے، اپنی سوچ اونچی رکھیں گے تب علم و حکمت کے موتی ہمارے سامنے کھل کر سامنے آئیں گے اور ہم علیٰ وجہ البصیرت پورے یقین کے ساتھ دنیا کے سامنے حق کی دعوت پیش کر سکیں گے ۔

اہل کتاب میں سے جو غلط عقائد پر آ گئے ،جنہوں نے اللہ کی کتابوں میں تحریف کر دی تھی ان سے قرآن کہتا ہے:

﴿قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾﴾
''(کیا کوئی اور معبود بھی ہے اللہ کے ساتھ؟) آپؐ کہیے کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو؟'' (النمل)

تم نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا لیا یہ کیسی بھونڈی بات تم نے کہہ دی۔اسی طرح یہود کہتے ہیں کہ ہم جہنم کی آگ میں چند دن جلیں گے، جتنے دن ہم نے بچھڑے کی پوجا پاٹ کی تھی باقی تو ہم پاک ہی پاک ہیں، ہم تو جنتی ہی جنتی ہیں ۔ تو قرآن کہتا ہے کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو دلیل لاؤ۔قرآن اگر عقائد کے لیے کہتا ہے کہ دلیل پیش کرو تو میں اور آپ قرآن کریم کے ماننے والے ہیں کیا ہم سے تقاضا نہیں ہے کہ ہمارا کوئی عقیدہ ہو تو اس کی دلیل ہمارے پاس ہونی چاہیے؟ لہٰذا ہمارے اپنے عقائد کے لیے دلائل قرآن کریم سے ملیں گے ،سنت رسول ﷺ سے ملیں گے۔البتہ جو ہم نے دعوت پیش کرنی ہے وہ بڑی سطح کی دعوت ہے،وہ بڑی یونیورسل ہے۔لہٰذا اپنے اپنے مسلک سے اوپر اٹھ کر بڑے مشن کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم دعوت پیش کریں گے تو اس کے لیے اصل ذریعہ قرآن ہے۔محمد رسول اللہ ﷺ 23 برس تک اسی قرآن کی دعوت پیش کرتے رہے۔لیکن قرآن کو جو مقام دیا جانا چاہیے معاف کیجیے گا آج ہم وہ نہیں دے پاتے۔ہم نے اسے محض ایک کتاب ثواب سمجھ لیا ہے۔ہم میں سے کتنے ہیں جو تلاوت سمجھ کر کرتے ہیں، ہمارے تمام تعلیمی اداروں میں یا دوسرے اداروں میں کتنے لوگ ہیں جو قرآن کے پیغام کو سمجھنے کے لیے اس کی تلاوت کرتے ہیں۔پھر اس اُمت پر تو اس سے آگے بڑھ کر قرآن کو ذریعہ دعوت بنانے کی ذمہ داری بھی عائد ہے۔جب ہم اس کو سمجھیں گے ہی نہیں تو دعوت کیا دیں گے۔آج بعض لوگوں نے مختلف مکاتب فکر کے اندر خاص خاص کتابیں متعین کر لی ہیں جن میں مخصوص آیات قرآنی اور مخصوص احادیث مبارکہ ہیں۔لیکن یاد رکھیے گا کہ اللہ کا کلام خود قرآن کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ اوّلین ذریعہ دعوت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾﴾ (ق)
''پس آپ تذکیر کرتے رہیے اس قرآن کے ذریعے سے ہر اُس شخص کو جو میری وعید سے ڈرتا ہے۔''

اسی طرح سورۃ المائدہ میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط﴾ (آیت:67) ''اے رسول (ﷺ) پہنچا دیجیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے آپؐ کی طرف آپؐ کے رب کی جانب سے۔اور اگر (بالفرض) آپؐ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپؐ نے اُس کی رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔''

رسول ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی نازل ہوئی ہے جس کو وحی خفی یا وحی غیر متلو یا سنت ، حدیث رسول بھی کہتے ہیں۔

پھر قرآن کہتا ہے:

﴿فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾﴾ (مریم) ''تو ہم نے آسان کر دیا ہے اس (قرآن) کو آپؐ کی زبان میں تا کہ آپؐ بشارت دیں اس کے ساتھ متقین کو اور خبردار کریں اس کے ساتھ جھگڑالو قوم کو۔''

مکی دور میں تلوار سے جہاد نہیں ہوا لیکن اس دور میں قرآن کی تلوار چلی ہے۔یعنی قرآن کے ذریعے سے دعوت دی گئی، اور حق واضح کیا گیا اور غلط عقائد کی اصلاح کی گئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾﴾ (الفرقان)
''اور آپؐ ان کے ساتھ جہاد کریں اس (قرآن) کے ذریعے سے بڑا جہاد۔''

قرآن میں جابجا یہ انداز ملے گا جس سے اللہ نے واضح کر دیا کہ دین کی تبلیغ کے لیے، حق کے بیان کے لیے، صحیح بات پہنچانے کے لیے، غلط عقائد کے رد کے لیے، غلط نظریات کا توڑ کرنے کے لیے اوّلین ذریعہ خود قرآن حکیم ہے۔اس تناظر میں اب بحیثیت مسلمان ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم دوسروں تک کیا پہنچا رہے ہیں؟ اپنی طرف سے کیا پہنچا رہے ہیں اور قرآن کتنا پہنچا رہے ہیں۔خاص طور پر سوشل میڈیا، ٹویٹس، ٹاک شوز میں ہم دنیا تک کیا پہنچا رہے ہیں اور قرآن کا پیغام کتنا پہنچا رہے ہیں؟ جبکہ بحیثیت مسلمان ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قرآن کو پہلے خود سمجھ کر پڑھیں، پھر اس کے احکامات کو سیکھ کر عمل میں لائیں اور پھر اس کے پیغام کو دنیا تک پہنچائیں، اس کے نظام کو معاشرے میں نافذ کرنے کی جدوجہد میں حصہ لیں۔کیونکہ ختم نبوت کے بعد اب بحیثیت مسلمان یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

جتنے بھی دہشت گردی کے واقعات ہوئے ہر کوئی جانتا تھا کہ وہ انڈیا کروا رہا ہے لیکن ہماری سابقہ حکومتوں نے انڈیا کا نام لینا بھی گوارا نہیں کیا: ایوب بیگ مرزا

پاکستان نے بھارتی دہشت گردی کے جو ثبوت پیش کیے ہیں ان سے کم از کم بھارت کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے بے نقاب ضرور ہوگا: رضاء الحق

بھارت میں مودی سرکار کسی صورت پنجابی کسانوں کے مطالبات نہیں مانے گی، جبکہ دوسری طرف پنجابی کسان کسی صورت سرنڈر نہیں کریں گے اور بالآخر یہ تحریک ''ریاست خالصتان'' کی تحریک میں بدل جائے گی: احمد سہیل صدیقی

بھارتی دہشت گردی اور سکھوں کی تحریک کے موضوعات پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: کیا انڈیا کی دہشت گردی کے حوالے سے یواین او میں پاکستان کے پیش کردہ ڈوزیئر سے بھارت کے امیج پر فرق پڑ سکتا ہے؟

رضاء الحق: کچھ عرصہ قبل پاکستانی وزیر خارجہ اور ڈی جی آئی ایس پی آر نے ایک طویل پریس کانفرنس میں انڈیا کے ان تمام لنکس کو بے نقاب کیا تھا جو وہ پاکستان میں دہشت گردی کے لیے استعمال کر رہا تھا۔ چنانچہ ہمارے سفارت کار منیر اکرم نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو ڈوزیئر پیش کیے۔ یہ مکمل ڈاکومنٹس ہیں جن میں تمام ثبوت موجود ہیں۔ پاکستان نے شروع میں ہی یہ واضح کر دیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کا جواب دے سکتے ہیں لیکن ہم ایک ذمہ دار ریاست ہیں لہٰذا ہم اس کا جواب اس طرح نہیں دینا چاہتے جس طرح کہ انڈیا کر رہا ہے۔ پھر پاکستان نے یہ بھی باور کروایا ہے کہ 2014ء سے لے کر اب تک دہشت گردی کی جنگ میں ہمارے تقریباً 83 ہزار لوگ جاں بحق ہوئے ہیں جس میں انڈیا ملوث ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تقریباً 123 بلین ڈالر کا پاکستان کو نقصان ہوا ہے جس کا کافی حد تک انڈیا ذمہ دار ہے۔ اقوام متحدہ کو پیش کیے گئے ڈوزیئر میں ڈاکومنٹری، منی ٹریل، فون کالز وغیرہ کے ثبوت موجود ہیں۔ ان ثبوتوں کو 8 نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

1۔ پاکستان دشمن گروپس کو باقاعدہ سپانسر کیا گیا تاکہ وہ پاکستان میں دہشت گرد کارروائیاں کریں۔

2۔ بلوچستان میں BLA کو باقاعدہ سپانسر کیا گیا جو سی پیک منصوبے کو ٹارگٹ کرتے ہیں۔

3۔ ٹی ٹی پی اور دوسرے علیحدگی پسند گروپس کو باقاعدہ ایک نیٹ ورک کا حصہ بنایا گیا جس میں ''را'' براہ راست ملوث تھی اور کلبھوشن یادیو انہی کا سرغنہ تھا۔

4۔ سی پیک منصوبے کو سبوتاژ کرنے کے لیے ''را'' کے تحت انڈیا اور افغانستان میں باقاعدہ ٹریننگ کیمپس قائم کیے گئے۔

5۔ ہمارے علماء، مذہبی راہنماؤں اور دیگر اہم شخصیات کی ٹارگٹ کلنگ کے لیے ان تربیت یافتہ دہشت گردوں کو بھیجا گیا۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

6۔ داعش پاکستان کے نام سے افغانستان میں دہشت گرد گروپ بنایا گیا تاکہ وہ پاکستان کے اندر حملے کر سکے۔

7۔ سی پیک منصوبے کو ختم کرنے کے لیے ''را'' کے سپیشل سیل کے لیے تقریباً 500 ملین مختص کیے گئے۔

8۔ پاکستان کو بدنام کرنے اور اس کو FATF میں بلیک لسٹ کروانے کے لیے غلط الزامات لگائے گئے۔

اسی طرح روزانہ کی بنیاد پر لائن آف کنٹرول پر فائرنگ کروانا اور سول اور فوجیوں کو شہید کروانا بھی بھارت کا گھناؤنا کردار رہا ہے۔ اب پاکستان نے جو ثبوت اقوام متحدہ کو پیش کیے ہیں اس کے بعد اس بات کی توقع تو ہرگز نہیں رکھی جا سکتی کہ عالمی طاقتیں انڈیا کے خلاف کوئی ایکشن وغیرہ لیں گی لیکن اتنا ضرور ہوگا کہ ان ثبوتوں سے انڈیا کا مکروہ اور گھناؤنا چہرہ دنیا کے سامنے آجائے گا۔ اس سے کم از کم عوامی رائے عامہ تو ضرور بدلے گی اور بھارت کا شائننگ انڈیا کا دعویٰ خاک میں مل جائے گا۔

سوال: کیا یواین او میں پاکستان کے پیش کردہ ثبوتوں کی روشنی میں انڈیا خود دہشت گرد ملک ثابت نہیں ہو رہا؟

ایوب بیگ مرزا: ایسا نہیں ہے کہ ریاست پاکستان کو معلوم نہیں تھا کہ انڈیا ہمارے ہاں دہشت گردی کا ارتکاب کر رہا ہے لیکن ماضی کی حکومتوں نے اس معاملے میں بہت غفلت کا مظاہرہ کیا ہے اور وہ بھارت کا نام لینے سے گھبراتی تھیں۔ 2016ء میں ایک سارک کانفرنس ہوئی تھی جس میں بھارت نے پاکستان سے یہ منوا لیا تھا کہ مشترکہ بیانیہ میں دہشت گردی کا ذکر ہوگا لیکن کشمیر کا ذکر نہیں ہوگا۔ حالانکہ اس وقت دہشت گردی سے پاکستان کو ہی منسوب کیا جا رہا تھا۔ اس وقت اگرچہ ہم انڈیا کو دہشت گردی سے روک تو نہیں سکتے تھے لیکن کشمیر کا ذکر آجانا چاہیے تھا۔ پھر جتنے بھی دہشت گردی کے واقعات ہوئے ہر کوئی جانتا تھا کہ وہ انڈیا کروا رہا ہے لیکن ہماری سابقہ حکومتوں نے انڈیا کا نام لینا بھی گوارا نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ کچھ بیرونی قوتیں یہ کر رہی ہیں۔ لیکن موجودہ حکومت نے واضح طور پر سامنے آکر پُرزور انداز میں اور واضح ثبوتوں کے ساتھ انڈیا کی دہشت گردی کو بے نقاب کیا ہے۔ البتہ انڈیا اس وقت عالمی قوتوں کا چہیتا ہے لہٰذا اس کے خلاف کوئی ایکشن تو نہیں لیا جائے گا لیکن اس سے انڈیا کا امیج بہت خراب ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حقیقی دہشت گرد انڈیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انڈیا کو ایک چھوٹے سے ملک افغانستان میں اتنے زیادہ قونصل خانے کھولنے کی کیا ضرورت تھی؟ ان سب کا بنیادی کام پاکستان میں دہشت گردی کروانا تھا۔ پاکستان نے اس دہشت گردی کو بہت بھگتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب پاکستان کو اس موقف پر ڈٹ جانا چاہیے کہ دہشت گردی کا سرغنہ انڈیا ہے۔ لیکن افسوس ہوتا ہے کہ ہمارا میڈیا اس میں کوئی خاص رول ادا نہیں کر رہا۔ اگر آئی ایس پی آر خود آکر بات کر رہا ہے تو ہمارا مین سٹریم میڈیا انڈیا کی دہشت گردی کی کیوں بات نہیں کر رہا؟ حالانکہ دنیا

میں جس سطح کی دہشت گردی بھارت کر رہا ہے دنیا کا کوئی اور ملک نہیں کر رہا؟

سوال: نیو دہلی میں مظاہرہ کرنے والے بھارتی پنجاب کے کسانوں کے مطالبات کیا ہیں؟

احمد سہیل صدیقی: اس تحریک کے جو مطالبات ہیں ان کو میں آپ کے سامنے چند نکات کی صورت میں پیش کروں گا۔

1۔ مودی سرکار نے تین قوانین بنا کر زراعت کی جو پرائیویٹائزیشن کی ہے اور باہر کی ملٹی نیشنل کمپنیز کو دعوت دی ہے کہ وہ آ کر زراعت کے شعبے کو سنبھالیں' سکھ چاہتے ہیں کہ اس پر نظر ثانی کی جائے۔

2۔ پنجاب کے کسانوں کا دوسرا اہم مطالبہ یہ ہے کہ حکومت MSP(market minimam sale price) پر کسانوں کا حق قانونی طور پر تسلیم کرے تاکہ یہ یقینی ہو کہ MSP کو ختم نہیں کیا جائے گا۔ اس سے قبل بھارتی سرکار اسی بنیاد پر کسانوں سے فصلیں خریدتی تھی جس سے کسانوں کو سکیورٹی میسر تھی۔ کسانوں کا کہنا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے آ جانے سے وہ سکیورٹی ختم ہو جائے گی۔

3۔ تیسرا مطالبہ ہے: Implementation of Swaminathan commission report formula for MSP with c2+50percent

4۔ چوتھا مطالبہ یہ ہے کہ ایئر کوالٹی پر جو کمیشن بنایا گیا ہے اسے ختم کیا جائے اور دہلی کے آس پاس فصلوں کا فضلہ جلانے پر کسانوں پر جو بھاری جرمانے ہو رہے ہیں ان کو ختم کیا جائے۔

5۔ پانچواں مطالبہ یہ ہے کہ اس ڈیزل کی قیمتوں میں پچاس فیصد کمی کی جائے جو زرعی شعبے میں صرف ہوتا ہے۔

6۔ چھٹا مطالبہ یہ ہے کہ کسان احتجاجی تحریک کے دوران جن کسانوں کو گرفتار کیا گیا ہے انہیں آزاد کیا جائے اور مقدمات کو ختم کیا جائے۔

7۔ ساتواں مطالبہ یہ ہے کہ الیکٹرسٹی بل کے نام پر جو بجلی کے ریٹ بڑھائے گئے ہیں ان میں کسانوں کو استثنا دیا جائے۔

سوال: بھارت میں مظاہرہ کرنے والے کسانوں کی صورت حال کیا ہے؟

احمد سہیل صدیقی: کسان تحریک کی وجہ سے اس وقت بھارت میں بہت ہی بدلتی ہوئی صورت حال ہے۔ اس موومنٹ میں نوجوان زیادہ حصہ لے رہے ہیں اور ان کا عزم بہت زیادہ ہے۔ ستمبر میں جب بھارتی سرکار متنازعہ زرعی بل لے کر آئی تھی تو اس وقت سے ہڑتالیں اور احتجاجی مظاہرے پنجاب میں شروع ہوئے تھے لیکن بھارتی سرکار نے ان پر کوئی توجہ نہیں دی اور جب یہ بل پاس ہو کر قانون کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اب اس کے نفاذ کی باری ہے تو بھارتی کسانوں نے بھی دہلی کا رخ کر لیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ دہلی میں دھرنا دے کر اس قانون کو ختم کروائیں گے۔ جب یہ کسان اپنی مکمل تیاری اور ساز و سامان کے ساتھ دہلی کی طرف مارچ کر رہے تھے تو راستے میں ہریانہ میں ان کو روکا گیا اور ان پر تشدد اور لاٹھی چارج کیا گیا جس کی وجہ سے یہ تحریک مزید زور پکڑ گئی اور اڑھائی لاکھ کسان اس وقت دہلی میں جمع ہو چکے ہیں۔ ان کا عزم ہے کہ وہ مر جائیں گے مگر اپنے مطالبات سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ انہوں نے چند روز قبل ''بھارت

> دجالی نظام سب سے پہلے کسی ملک کی فوڈ سکیورٹی کو ختم کرتا ہے اور اس کے بعد اس ملک کو اپنا مکمل غلام بنا لیتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے حملہ سکھوں پر کیا گیا کیونکہ بھارت کی فوڈ سکیورٹی سکھوں کے پاس تھی۔

بند'' کے نام سے ہڑتال کی جو کال دی اس نے پورے بھارت کو جام کر کے رکھ دیا تھا۔ اس میں پورے بھارت میں ٹرینیں روکی گئیں، روڈ بلاک کیے گئے۔ بھارت کی تقریباً ساڑھے چار سو یونینز نے اس میں حصہ لیا جس میں لیبر یونین، کسان یونین سمیت بے شمار یونینز شامل تھیں۔ اس کے علاوہ اس وقت دہلی شہر کے داخلی دروازوں پر تقریباً پانچ سے چھ لاکھ افراد جمع ہیں جن کو دہلی میں داخل نہیں ہونے دیا جا رہا۔ لیکن وہ اتنی سخت سردی میں وہاں جم کر کھڑے ہیں اور ان کا پورا عزم ہے کہ وہ دہلی میں داخل ہو کر ہی دم لیں گے۔ زیادہ تر بھارتی میڈیا بھی اس تحریک کو سپورٹ کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا اس تحریک میں بہت اہم رول ادا کر رہا ہے۔ سوشل میڈیا پر یہ بات بھی چل رہی ہے کہ ایڈانی اور امبانی گروپ مودی سرکار کی سرپرستی میں پورے انڈیا کی عوام کو لوٹ رہے ہیں۔ انہوں نے سو سوا ایکڑ اور دو دو سوا ایکڑ زمینوں پر تقریباً نو ہزار ایسے سٹوریج بنانے کا آغاز کر دیا ہے جس میں بھارتیوں سے لوٹا ہوا اناج جمع ہو گا۔ اس پر پورے ملک میں خاص طور پر گراؤنڈ لیول پر بہت غم و غصہ ہے۔ لہٰذا بظاہر احتجاجی تحریکوں میں کوئی کمی آتی ہوئی نظر نہیں آتی۔

سوال: بھارت میں کسانوں کے مطالبات پر بھارتی حکومت کا رویہ کیسا ہے؟

احمد سہیل صدیقی: مودی حکومت کا پہلے دن سے ہی ٹارگٹ پنجاب کے کسانوں کو ختم کرنا ہے۔ کیونکہ سرکار پنجاب کے کسانوں سے سالانہ 85 فیصد اناج خریدتی ہے جبکہ باقی ہندوستان کے کسانوں سے صرف 15 فیصد خریدتی ہے۔ 54 ہزار کروڑ روپے کا اناج سالانہ پنجاب کے کسانوں سے خریدا جاتا ہے۔ اس لیے مودی سرکار نے یہ سوچا کہ پنجاب کے کسانوں کو ختم کر کے یہ ساری ٹریڈنگ ملٹی نیشنل کمپنیز کے حوالے کرنی ہے اور ایڈانی امبانی کو اس سے فائدہ پہنچانا ہے۔ اس حوالے سے مودی سرکار کا مصالحت کا موڈ ہی نہیں ہے۔ وہ دو تین چیزوں میں نرمی کر دیں گے لیکن MSP پر کوئی نظر ثانی نہیں کریں گے۔ جبکہ دوسری طرف پنجاب کے کسان بھی کسی صورت سرنڈر نہیں کریں گے۔ کیونکہ پنجاب زراعت کا گڑھ ہے اور اس کو سکھوں نے بہتر کیا ہے اور پنجاب کے اندر بی جے پی کا کوئی رول نہیں ہے۔ پنجاب کے اندر ساڑھے بارہ ہزار گاؤں ہیں اور بی جے پی کے کل ساڑھے چار ہزار کارکن ہیں۔ بی جے پی 'اکالیدل' کی بیساکھیوں پر سب کچھ کر رہی تھی اور اکالیدل کے منسٹر نے کچھ دن پہلے استعفیٰ دے دیا اور اکالیدل کا بی جے پی کے ساتھ جو اتحاد تھا وہ بھی ختم کر دیا۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انہوں نے پنجاب کے کسانوں کو ٹارگٹ کیا ہے۔

سوال: کیا کسانوں کی احتجاجی تحریک سے خالصتان تحریک کو فائدہ ہو سکتا ہے؟

احمد سہیل صدیقی: پنجابی کسانوں نے پچھلے دو تین مہینے سے احتجاج جاری رکھا ہوا تھا۔ پھر جب مرکز سے ان سے کوئی بات چیت کرنے نہیں آیا تو اس وقت تک وہ اپنی فصل بو چکے تھے۔ اب یہ آنے والے دو مہینے خالی ہیں اس وجہ سے یہ احتجاجی تحریک طول پکڑے گی اور یہ ڈو اور ڈائی والی احتجاجی تحریک ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جس محنت کش کسان نے بھارت کو فوڈ سکیورٹی دی ہے اور ملک کو کھڑا کیا ہے اسی محنت کش کسان کو مودی سرکار 54 ہزار کروڑ روپے کی چوٹ لگانے جا رہی ہے۔ گویا وہ اس پوری کمیونٹی کو غربت میں دھکیلنا چاہتی ہے۔ لہٰذا یہ احتجاجی تحریک کوئی بھی موڑ لے سکتی ہے اور کامیاب بھی ہو سکتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سکھ ہندو مذہب سے ایک الگ مذہب ہے اور سکھ بتوں کی پوجا نہیں کرتے۔ برہمن سامراج نے ان کو ہمیشہ استعمال کیا ہے، کبھی قبول

نہیں کیا۔ برہمن اس وقت حکومت اور طاقت میں بھی ہیں اور دجالی قوتوں کے ایجنٹ بھی ہیں اور دجالی نظام سب سے پہلے کسی ملک کی فوڈ سکیورٹی کو ختم کرتا ہے اور اس کے بعد اس ملک کو اپنا مکمل غلام بنا لیتا ہے۔ اس وجہ سے سب سے پہلے حملہ سکھوں پر کیا گیا کیونکہ بھارت کی فوڈ سکیورٹی سکھوں کے پاس تھی۔ اگر ردعمل میں کوئی تحریک اُٹھ کھڑی ہوئی ہے تو یہ فطری بات ہے کہ وہاں ایک سکھ ریاست کا مطالبہ کیا جائے گا۔ حکومت خود اس کی ذمہ دار ہے۔ آر ایس ایس کے رائٹ ونگ نے جو پروپیگنڈا شروع کر دیا ہے کہ یہ خالصتانی موومنٹ ہے تو اس سے یہ تحریک خالصتان کی طرف ہی جائے گی۔

سوال: کیا کسانوں کی تحریک سے بھارت میں مذہبی منافرت بڑھنے کا امکان ہے؟

رضاء الحق: بھارت میں اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے یہ عالمی معیشت کا ایک ٹول ہے۔ کیونکہ گلوبلائزیشن کا جو ایجنڈا ہے چاہے وہ ورلڈ اکنامک فورم، ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن یا ملٹی نیشنل کمپنیز کے ذریعے آگے بڑھ رہا ہو اس کے اندر لازماً آپ کو بڑی کمپنیز نظر آئیں گی۔ فری مارکیٹ کے نام پر چھوٹی چھوٹی منڈیوں، مڈل مین، چھوٹے کاشتکار کو ختم کر دیا جاتا ہے جس سے کسانوں کو نقصان ہوتا ہے۔ اس وقت پاکستان میں بھی ایسے معاملات شروع ہو گئے ہیں۔ جب آپ کسی بڑے ملک کے ساتھ سٹریٹجک پارٹنر بنتے ہیں تو اس ملک کی معاشی کمپنیاں آپ کی مارکیٹ سے اپنا حصہ تو لیں گی اور اس ملک کے ادارے سیاسی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے آپ کا بازو بھی مروڑیں گے۔ اصل میں امریکہ بھارت کو چین کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے اور اسی لیے اس کا بازو مروڑا جا رہا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: پاکستان میں بھی بہت بڑی سطح پر ایسے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ اگر انڈیا میں کسان متاثر ہو رہے ہیں تو یہاں دودھ بیچنے والے گوالوں کا یہ حال کیا جا رہا ہے کہ باہر کی بڑی کمپنیز دودھ پر قبضہ کر رہی ہیں اور اب یہاں ان کا بنایا ہوا دودھ ہی ملے گا۔ جس میں دودھ کم اور پاؤڈر زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن عام لوگوں کو اس کا علم ہی نہیں ہے۔ کسانوں کے خلاف بھی ابتدا ہو چکی ہے لیکن یہاں کا کسان بہت کم علم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انڈیا کے کسانوں کے معاملے میں پاکستان کو مکمل خاموشی اختیار کرنی چاہیے کیونکہ اگر ہم نے کوئی بیان دیا تو انڈیا اس کو بنیاد بنا کر یہ پروپیگنڈا کرے گا کہ پاکستان سکھوں کو سپورٹ کر رہا ہے۔ اس سے انڈیا کی بڑی آبادی سکھوں کے خلاف ہو جائے گی۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کا بڑا اچھا بیان آیا ہے کہ ہم اس معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔ لیکن انڈیا میں یہ پروپیگنڈا شروع ہو گیا ہے کہ کسانوں کو پاکستان سپورٹ کر رہا ہے۔ بہر حال یہ انڈیا کی تباہی کا آغاز ہے۔ یہ مکافاتِ عمل ہے۔ ان کا میجر روزانہ پاکستانی افواج پر ہرزہ سرائی کرتا رہتا ہے۔ اس نے کہا تھا کہ پندرہ دن اور دو ماہ کے درمیان آپ دیکھ لیں گے کہ پاکستان میں کیا ہو گا تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ بجائے پاکستان میں کچھ ہونے کے اب وہ انڈیا میں ہو رہا ہے اور یہ تحریک بالآخر خالصتان ریاست کی طرف جائے گی کیونکہ معاشی مفادات بالآخر سیاسی مفادات کی طرف جاتے ہیں۔ پاکستان کو دنیا میں تنہا کرنے والا بھارت اب خود تنہا ہو رہا ہے۔ یہ تماشا انڈیا میں بہت بڑی سطح پر جائے گا۔ ہمارے لیے مناسب یہ ہے کہ ہم یہ تماشا خاموشی سے دیکھیں کیونکہ سفارتی سطح پر ہماری کوئی بھی غلطی اس تحریک کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ یہ تحریک عالمگیریت کا ایک حصہ ہے لہٰذا توقع یہی ہے کہ اس کا کوئی حل نہیں نکلے گا۔

سوال: کیا روس سی پیک میں پارٹنرشپ اختیار کرنا چاہتا ہے؟

رضاء الحق: روس کے لیے سی پیک، گوادر پورٹ اور بی آر آئی کی اہمیت واضح ہے۔ پاکستان کے ساتھ روس کے 2017ء میں یہ معاہدے ہو چکے تھے کہ روس گوادر پورٹ کو بھی استعمال کر سکتا ہے، اس کے بعد بات آگے بڑھتے ہوئے اس سٹیج پر پہنچی ہے۔ کیونکہ اب چین، روس، اور ایشیائی ممالک پر امریکی پریشر بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ سی پیک میں روس کے تجارتی مفادات تو ہیں اور وہ پاکستان میں انوسٹمنٹ بھی کرنا چاہ رہا ہے بالخصوص گیس میں، اس کے علاوہ بجلی اور پانی میں بھی۔ ترکمانستان کے ذریعے گیس کا ایک پراجیکٹ شروع کرنا ہے۔ پھر روس کے افغان طالبان کے ساتھ بھی تعلقات ہیں کیونکہ اسے معلوم ہے کہ افغانستان میں آنے والی حکومت میں افغان طالبان کا بڑا رول ہو گا۔ پھر انڈیا کے ساتھ چین کی محاذ آرائی چل رہی ہے لہٰذا چین اب سمجھ گیا ہے کہ مجھے اب سی پیک کے لیے اپنے بلاک کو مضبوط کرنا اور ملانا پڑے گا، اس میں روس بہت اہم ملک ہے۔ چین میں روس کے سفارت کار نے یہ بیان دیا ہے کہ ہم سی پیک میں باقاعدہ حصہ لینے لگے ہیں اور پاکستان نے اس کا خیر مقدم کیا ہے۔ پاکستان کے ساتھ روس نے ٹینکس اور ہیلی کاپٹرز کا معاہدہ کیا ہے۔ دوسری طرف انڈیا نے ایک بڑی بیوقوفی یہ کی ہے کہ وہ کھلم کھلا امریکی کیمپ میں چلا گیا ہے اور روس، چین اور پاکستان کا دشمن بن چکا ہے۔ اب روس بھی سمجھ چکا ہے کہ امریکہ انڈیا کے ساتھ مل کر اس کا راستہ روکے گا لہٰذا روس کی مجبوری ہے کہ وہ پاکستان کے ساتھ تعلقات بڑھائے گا کیونکہ وہ سی پیک سے الگ نہیں رہ سکتا۔

سوال: دنیا ایک نئی تقسیم کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ نئی تقسیم مسلمانوں کے لیے کیسی رہے گی؟

ایوب بیگ مرزا: دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ کچھ ممالک سوویت یونین کے ساتھ تھے اور اکثریتی ممالک امریکہ کے ساتھ تھے۔ پاکستان کو یہ کرنا چاہیے تھا کہ اپنے قدموں پر خود کو مضبوط کرتا، اپنی نظریاتی بنیادیں مضبوط کرتا تاکہ ہمارے معاشی، سیاسی اور معاشرتی حالات بہتر ہوتے۔ ہم امریکہ کے دوست بنے لیکن عملی طور پر زیادہ تر غلام ہی رہے۔ اِس وقت قدرتی طور پر ایسے حالات پیدا ہوئے ہیں کہ پاکستان کو امریکہ سے دور ہونا پڑا ہے اور اسے ایک نئی ابھرتی ہوئی عالمی قوت چین کے قریب جانا پڑا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت پاکستان اور روس قریب آئے ہیں لیکن ہمارے لیے اصل مسئلہ اسرائیل اور عربوں کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کیونکہ اسرائیل نے عربوں کو بالفعل فتح کر لیا ہے۔ اس فتح کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب قطر کے علاوہ سارا عرب اسرائیل اور امریکہ کے ساتھ چلا گیا ہے۔ شام میں انارکی ہے وہاں نہ حکومت ہے اور نہ اس کی کوئی پالیسی نظر آتی ہے۔ شامیوں کو خود معلوم نہیں کہ ہم پر کون حکومت کر رہا ہے۔ جب عرب مفتوح ہو گئے تو اب عالم اسلام کے لیے بڑا مسئلہ بن گیا ہے کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت عرب میں رہتی ہے۔ دوسری طرف پاکستان کا مفاد چین اور روس کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہٰذا اس صورت میں مسلمان ممالک میں بھی ایک تقسیم وجود میں آ چکی ہے۔ پاکستان اب امریکی کیمپ میں کبھی واپس نہیں جا سکتا اور دوسری طرف تمام عرب اب کسی طرح امریکی چنگل سے نکلتے دکھائی نہیں دیتے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کوئی بہتر راستہ نکال لے تو دوسری بات ہے۔ انسانی عقل کے مطابق اور زمینی حقائق کے مطابق یہ نئی تقسیم مسلمانوں کے لیے بڑی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

فکرِ اقبال کی روشنی میں حالاتِ حاضرہ

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 21 اپریل 1986ء کو مجلس اقبال لاہور سے فکر اقبال کی روشنی میں حالات حاضرہ اور ہماری قومی ذمہ داریاں کے عنوان سے خطاب کیا۔ اگرچہ خطاب پرانا ہے لیکن ایک دوراندیش اور جہاندیدہ مفکر کے خطاب میں پروئے ہوئے علم و حکمت کے موتی ہر دور میں ضوفشانی کا باعث ہوتے ہیں، اسی لیے اشاعتِ نو کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس خطاب میں حالات حاضرہ کو پرکھنے، دیکھنے اور تجزیہ کرنے کا طریقہ جو بطور اصول سامنے آیا ہے وہ جرنلزم کے کسی بھی طالب علم کے لیے انتہائی مفید ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریر و تقریر کے ایسے نادر نمونے کبھی پرانے نہیں ہوتے۔ اگر کوئی کالم نویس یا تجزیہ کار ان بنیادی اصولوں کی روشنی میں اپنی صحافیانہ کاوشوں کو بروئے کار لائے گا تو یقیناً ایک کامیاب اور ذی وقار تجزیہ نگار کی حیثیت سے سامنے آئے گا۔ علاوہ ازیں سیاسی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص بھی اس سے بہرہ مند ہوگا۔ (ادارہ)

''حالاتِ حاضرہ'' کے ضمن میں پہلے میں اپنا مشاہدہ اور تجزیہ پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں:

آج ہر شخص یہ محسوس کر رہا ہے کہ ہم نے معمارِ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح مرحوم کے اس اندیشے کے عین مطابق جو ان کے اس تاریخی جملے میں سامنے آتا ہے کہ:

God Has given us a golden opportunity to prove our worth as architects of a new nation and let it not be said that we did'nt prove equal to the task

اپنی نااہلی اور عدم قابلیت کا بھرپور ثبوت دیتے ہوئے ان کے قائم کردہ پاکستان کو تو آج سے لگ بھگ ساڑھے چودہ سال قبل دولخت کرا لیا تھا----اب اندیشہ یہ ہے کہ مفکر و مصورِ پاکستان علامہ اقبال نے 1930ء میں جس پاکستان کا خواب "An independent Muslim State at least in the North-West of India" کی صورت میں دیکھا تھا کہیں ہم اسے بھی اپنی نااہلیوں کی بھینٹ نہ چڑھا دیں! اور اس طرح برصغیر پاک و ہند کی مسلم قوم کی نصف صدی سے زائد عرصہ پر پھیلی ہوئی مساعی حبط اعمال کے حسرتناک انجام سے دوچار نہ ہو جائیں!----اس لیے کہ ایک طرف ع ''خموشی گفتگو ہے، بے زبانی ہے زباں میری'' کے مصداق تا حال 'بے آئینی' ہی سرزمین پاکستان کا 'آئین' ہے۔ گویا قمری حساب سے اپنی قومی زندگی کے چالیس سال (اب 75 سال) پورے کر چکنے کے باوجود ہم۔

چہل سالِ عمرِ عزیزت گذشت
مزاجِ تو از حالِ طفلی نہ گشت

کے مصداق سیاسی و دستوری اعتبار سے ہنوز 'نابالغ' ہیں! تو دوسری طرف----صاف نظر آتا ہے کہ ''آہ! وہ تیرِ نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف''----اور۔

''چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں''

کے مصداق اس قافلۂ ملی کی کوئی منزل معین ہے ہی نہیں! اور یہ ''ہجومِ مومنین'' بے مقصدیت کے صحرائے تیہہ میں بالکل اس شان سے بھٹک رہا ہے کہ۔

کس طرف جاؤں، کدھر دیکھوں، کسے آواز دوں
اے ہجومِ نا امیدی دل بہت گھبرائے ہے!

چنانچہ اغیار طعنے دے رہے ہیں اور پھبتیاں چست کر رہے ہیں، مبصرین اور تجزیہ نگار انتشار (DISINTEGRATION) اور حصے بخرے ہو جانے (Blakanisation) کی پیشین گوئیاں کر رہے ہیں اور دشمن گھات میں ہیں کہ کب آخری ضرب لگانے کا بہترین موقع ہاتھ آئے اور ''خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود'' کے مصداق عصرِ حاضر کی تاریخ کا ایک درخشاں باب ختم کر دیا جائے۔!

گویا 'نظر بظاہر' یوں محسوس ہوتا ہے کہ۔

اس کی بربادی پہ آج آمادہ ہے وہ کارساز
جس نے اس کا نام رکھا تھا جہانِ کاف و نوں

پاکستان کی فضا پر متذکرہ بالا عمومی تشویش اور بددلی و مایوسی کے جو بادل چھائے ہوئے ہیں ان کے درمیان جھانک کر واقعات کی دنیا میں ''حالات حاضرہ'' کے داخلی اور خارجی پہلوؤں کا مشاہدہ کیا جائے تو صورتِ حال کچھ یوں نظر آتی ہے کہ:

ایک جانب سیاچین گلیشئر ہمارے ہاتھ سے جا چکا ہے، اور کشمیر کی کنٹرول لائن آئے دن کی بھارتی جارحیت سے خون آلود ہوتی رہتی ہے۔ پھر کشمیر کے علاوہ ہماری حساس ترین سرحد سے ملحق بھارتی پنجاب شدید خلفشار اور عدم استحکام کا شکار ہے اور اس کے ضمن میں کوئی دن نہیں جاتا جب بھارتی زُعما میں سے کوئی نہ کوئی ہمیں موردِ الزام نہ ٹھہراتا ہو۔ نتیجتاً پاکستان سے بھارت کی پیدائشی دشمنی اور مستقل نفسیاتی اور واقعاتی آویزش پر مستزاد یہ فوری اور شدید اندیشہ سر پر منڈلا رہا ہے کہ کسی بھی وقت اپنے اندرونی خلفشار کے باعث جھنجھلا کر بھارت کسی بڑی جارحیت کا ارتکاب نہ کر گزرے!

دوسری جانب افغانستان کی صورتِ حال اور اس کے داخلی نظریاتی تصادم پر مستزاد روس کی ننگی اور براہِ راست مداخلت اور امریکہ کی قدرے ڈھکی چھپی اور بالواسطہ دخل اندازی نے نہ صرف یہ کہ پاکستان کے لیے شدید مسائل اور خطرات پیدا کر رکھے ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ پاکستان، افغانستان اور روسی ترکستان کے پورے علاقے کی قسمت کو گویا ایک معلق ترازو سے وابستہ کر دیا ہے۔ چنانچہ جہاں اس کی بھی امید ہے کہ ایک مردِ درویش کے لگ بھگ پون صدی قبل کے الفاظ کہ۔

اِک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تا خاکِ بخارا و سمرقند!

حقیقت و واقعیت کا روپ دھار لیں اور یہ خطہ ایک وحدت کی صورت اختیار کر کے اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور عالمی غلبے کا نقطۂ آغاز بن جائے، وہاں یہ خطرہ بھی حقیقی اور واقعی ہے کہ سائبیریا کا برفانی ریچھ بحیرۂ عرب کے گرم پانی میں غوطہ لگانے کے لیے آخری دوڑ کا آغاز کر دے اور 'خاکم بدہن' پاکستان بھی اس کی عریاں جارحیت کا نشانہ بن جائے!

داخلی محاذ پر----پاکستان کی ماں اور معمارِ پاکستان اور مصورِ پاکستان دونوں کی مشترک وراثت مسلم لیگ جو ان دونوں کے منظرِ عام پر آنے سے قبل واقعتاً صرف نوابوں اور نواب زادوں، اور وڈیروں اور جاگیرداروں کی جماعت

تھی البتہ 1935ء اور 1947ء کے درمیان ایک عوامی تحریک کی صورت اختیار کر گئی تھی عرصہ ہوا کہ ’’ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے!‘‘ کی مصداق کامل بن چکی ہے۔ اور حال ہی میں سرکاری و درباری ذرائع سے اس کے تنِ مردہ میں جان ڈالنے کی جو کوشش ہوئی ہے اور غیر جماعتی انتخابات میں اپنے ذاتی وسائل اور محض زمینداری یا سرمایہ داری کے بل پر کامیاب ہونے والوں کی پیشانی پر اس کا لیبل چسپاں کر کے اس کے نام سے فائدہ اٹھانے کی جو کوشش کی گئی ہے کون نہیں جانتا کہ اس کا حاصل کچھ نہیں اور کم از کم عوام کی سطح پر اس کی نہ کوئی حقیقت ہے نہ حیثیت۔

اس طرح ’بظاہر موجود لیکن حقیقتاً کالعدم مسلم لیگ‘ سے قطع نظر--- قومی سیاست کے میدان میں انتہائی بائیں جانب ہیں وہ اشخاص اور گروہ جن کی پاکستان کو توڑ دینے کی خواہش اب ڈھکی چھپی نہیں رہی بلکہ بانگ دہل سامنے آ چکی ہے۔ ان میں شخصیات کی سطح پر تو اہم نام صرف خان عبدالغفار خان اور جی ایم سیّد کے ہیں البتہ چھوٹی بڑی جماعتیں یا گروہ نصف درجن بلکہ اس سے بھی زائد ہیں جن میں اہم تر نام این ڈی پی، پی این پی، اور سندھی بلوچ پختون متحدہ محاذ کے ہیں! تاہم غنیمت ہے کہ ابھی ان سب کا دائرہ اثر صرف چھوٹے صوبوں تک محدود ہے اور پنجاب کی حد تک اس کی صرف ایک خفیف سی صدائے بازگشت جناب حنیف رامے کی صورت میں سامنے آئی ہے!

دوسری انتہا پر ہیں بعض نیم مذہبی اور نیم سیاسی جماعتیں، جن کی اکثریت واضح طور پر دائیں بازو سے تعلق رکھتی ہے۔ ان میں بھی قابلِ ذکر تو تین ہی ہیں یعنی جے یو آئی، جے یو پی اور جماعتِ اسلامی تاہم دوسری نسبتاً چھوٹی جماعتوں اور بڑی جماعتوں کے متحارب دھڑوں کو بھی شمار کیا جائے تو تقریباً وہی بائیں بازو والی تعداد بن جاتی ہے----- یہ جماعتیں اگرچہ پاکستان کے بقاء واستحکام کی بھی دل سے خواہش مند ہیں اور اس میں اسلام کے نفاذ کی بھی داعی ہیں لیکن اولاً اس بنا پر کہ ان کا دائرہ اثر بہت محدود بھی ہے اور ملک کے طول وعرض میں مختصر ٹکڑوں (SMALL POCKETS) کی صورت میں منتشر بھی، اور ثانیاً اس بنا پر کہ پاکستان اور اسلام دونوں کی محبت اور وفاداری کی عظیم قدرِ مشترک کے باوجود ان کی باہمی آویزش بلکہ چپقلش ضرب المثل کی صورت اختیار کر گئی ہے، وہ کوئی فیصلہ کن کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں نظر نہیں آتیں!

ان دو انتہاؤں کے مابین واقعہ یہ ہے کہ قومی اور عوامی سیاست کا اصل دھارا سیکولر ڈیمو کریسی یا سوشل ڈیمو کریسی کے رخ پر بہہ رہا ہے جس میں یوں تو جماعتی اور تنظیمی سطح پر دو نام سامنے آتے ہیں یعنی ایک پاکستان پیپلز پارٹی کا اور دوسرا تحریکِ استقلال کا----- لیکن بنظرِ غائر دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ عظیم دھارا اصلاً کچھ چھوٹی اور بڑی، اور نئی اور پرانی شخصیتوں اور ان کے مداحوں اور حامیوں، اور عاشقوں اور جان نثاروں پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہیں اور سردست یہ کہنا مشکل ہے کہ اس عظیم لہر پر سواری کی سعادت کس کے حصے میں آتی ہے۔

گویا دیکھیے! اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا
گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا!

اسی درمیانی دھارے میں ایک طوفانی لہر حال ہی میں آنسہ بےنظیر بھٹو کی اپنی اختیاری جلاوطنی کو ختم کر کے پاکستان واپسی-----اور شہرِ اقبال لاہور میں ورود۔ اور اس موقع پر ان کے بے مثال اور حد درجہ والہانہ استقبال، اور پھر پاکستان کے دل پنجاب، اور اس کے بھی اصل قلب یعنی لاہور، گوجرانوالہ، شیخوپورہ اور فیصل آباد وغیرہ کے اضلاع میں ان کے شاندار اور والہانہ خیر مقدم اور عظیم الشان جلسوں اور جلوسوں کی صورت میں اٹھی ہے جس نے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت سے کسی بھی درجہ میں بہرہ ور ہر پاکستانی مسلمان کو نہ صرف یہ کہ ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے بلکہ ملک وملت کے مستقبل کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے اور غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے اور غالباً یہ بھی اسی کا شاخسانہ ہے کہ ’مجلسِ اقبال‘ بھی جو ایک خالص روایتی اور ثقافتی ادارہ بن چکی تھی ’’فکرِ اقبال کی روشنی میں حالاتِ حاضرہ اور ہماری قومی ذمہ داریوں‘‘ کا جائزہ لینے پر مجبور ہو گئی ہے۔

ہماری قومی اور عوامی سیاست کے اصل اور عظیم تر درمیانی دھارے میں جو طوفانی لہر حال ہی میں اٹھی ہے اس کے ضمن میں یہ بات بھی بالکل غلط نہیں ہے کہ یہ کسی حد تک آٹھ نو سال کے سیاسی حبس کا ردِ عمل ہے اور اس بات میں بھی یقیناً کچھ نہ کچھ صداقت موجود ہے کہ حالیہ طوفانی کیفیت زیادہ دیر برقرار نہیں رہ سکتی، گویا کہ ’’چڑھی ہے یہ آندھی اتر جائے گی‘‘----- لیکن اس قسم کے جملہ عوامل کا حصہ منہا کرنے کے بعد بھی اس کیفیت (PHENOMENON) کی اہمیت ہرگز کم نہیں ہوتی اور اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ اس کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے کہ اس کے اصل عوامل کیا ہیں، اجزائے ترکیبی کیا ہیں اور اس کے ضمن میں ملک وملت کے مخلصوں اور بہی خواہوں کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے-----اس لیے کہ جہاں یہ اندیشہ موجود ہے کہ اس طوفانی لہر کے جوش کو ٹھنڈا پڑتے دیکھ کر اس پر سوار قائدین بے قابو ہو جائیں اور جھنجھلاہٹ میں کوئی غلط اقدام کر بیٹھیں، وہاں اس کے سرکاری یا غیر سرکاری مخالفین کا غلط طرزِ عمل اور MIS HANDLING بھی نہایت خوفناک نتائج پیدا کر سکتی ہے----- جس کا ایک تجربہ ہم پندرہ سال قبل مشرقی پاکستان کے معاملے میں کر چکے ہیں۔

میں جب علامہ اقبال کے فکر کی روشنی میں عوامی سیاست کے اس درمیانی دھارے اور اس کی موجودہ طوفانی لہر کا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے بعینہٖ وہی صورت نظر آتی ہے جو حضرتِ علامہ نے اس تہذیب حاضر کے تجزیے کے ضمن میں پیش فرمائی ہے جو اپنے آغاز کے اعتبار سے تو یقیناً مغربی اور یورپی تھی لیکن اپنے اثر ونفوذ کے اعتبار سے دیکھتے ہی دیکھتے عالمی اور آفاقی بن گئی تھی اور اس وقت پورے کرۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے----- اور جس کی خودکشی کی خبر بھی علامہ مرحوم نے اب سے لگ بھگ پون صدی قبل دی تھی کہ۔

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہوگا

اہلِ نظر جانتے ہیں کہ حضرت علامہ کے نزدیک اس تہذیب کے اصل اجزائے ترکیبی دو ہیں: (۱) ایک اس کی اصل ریڑھ کی ہڈی ہے جس کی صلابت اس کے قیام وبقا کی اصل اساس ہے، ’خطبات‘ میں حضرت علامہ نے اسے ’INNER CORE‘ سے تعبیر فرمایا ہے-----اور اسے خالص قرآنی الاصل گویا صد فی صد اسلامی قرار دیا ہے۔ یعنی الفاظِ قرآنی:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾﴾ (بنی اسرائیل) کے مطابق یہ طرز اور روش کہ اپنے موقف کی بنیاد نہ توہمات پر قائم کی جائے نہ نرے ہوائی تخیلات پر بلکہ مشاہدات اور تجربات اور ان پر مبنی ٹھوس

استدلال پر قائم کی جائے۔ حضرت علامہ کی یہ رائے نہایت صائب اور حد درجہ اہم ہے اس لیے کہ واقعہ یہی ہے کہ یہی قرآنی ہدایت و رہنمائی تھی جس نے ایک جانب مظاہرِ قدرت کو آیاتِ الٰہیہ کا تقدس عطا فرمایا (البقرہ: 164) اور انسان کو کتابِ فطرت کے سائنٹیفک مطالعے اور مشاہدے کی جانب متوجہ کیا (الغاشیہ: 17 تا 20) اور دوسری جانب منطق کو استخراج کی تنگنائیوں سے نکال کر استقراء کی وسعتوں اور پہنائیوں سے روشناس کرایا...... اور اس طرح جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے لیے میدان ہموار کیا۔ چنانچہ یہی چیز یورپ میں تحریکِ احیاءِ علوم کی بنیاد بنی جس کے نتیجے میں یورپی اقوام اوجِ ثریا پر پہنچیں اور یہ صورت پیدا ہوئی کہ:

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہِ کامل نہ بن جائے

حضرت علامہ یہ ژرف نگاہی، بجائے خود جس عظمت کی مظہر ہے اس سے قطع نظر میرے لیے اس کی قدر و قیمت کا ایک اضافی پہلو یہ ہے کہ اس سے نبی اکرم ﷺ کے ایک اہم قول کی عظمت و صداقت مبرہن ہوتی ہے جو صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ((ان اللہ یرفع بھذا الکتب اقواماً و یضع بہ اٰخرین))۔ ''اب اللہ تعالیٰ اسی کتاب (قرآن) کے ذریعے قوموں کو ابھارے گا اور اسی کے (ترک کرنے کے) باعث قوموں کو گرائے گا!'' گویا مغربی تہذیب بھی جو ابھری تو یقیناً قرآن ہی کی ہدایت و رہنمائی کے ایک اہم جزو کے سہارے ابھری! اور مسلمان گرے تو اسی سبب سے گرے کہ انہوں نے قرآن کی اس ہدایت سے یورپ کو روشناس کرانے کے بعد خود اسے ترک کر دیا گویا۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اور

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی
شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی
اے چو شبنم بر زمین افتندۂ
در بغل داری کتابِ زندۂ

2۔ تہذیبِ حاضر کا دوسرا جزو اس کے کچھ خارجی مظاہر ہیں جنہیں خطبات میں تو حضرت علامہ نے صرف ایک لفظ 'DAZZLING EXTERIOR' سے تعبیر فرمایا ہے لیکن اشعارِ اقبال کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مظاہرِ خارجی کے بھی دو رخ ہیں جنہیں کہیں تو حضرتِ علامہ ''چہرہ روشن' اندروں چنگیز سے تاریک تر'' کے الفاظ سے تعبیر فرماتے ہیں' کہیں ان کی نشاندہی 'طبِ مغرب کے مزے میٹھے اثر خواب آوری' جیسے الفاظ کے ذریعے کرتے ہیں ----- اور اس ضمن میں غالباً سب سے زیادہ بھرپور انداز یہ ہے کہ۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیبِ حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے!

تہذیبِ حاضر کے ان بظاہر حسین و خوشنما اور دل کش و مرعوب کن مظاہرِ خارجی میں سے مثلاً ایک حریتِ فکر ہے جس کے پردے میں یا باضابطہ کفر والحاد ہے یا لاادریت وارتیابیت، اور ان دونوں کا حاصل ہے یا عریاں لامذہبیت یا کم از کم محدود مذہبیت کے پردے میں لپٹی ہوئی لادینیت! گویا۔

ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ!

دوسرے حریتِ عمل ہے جس کی شکر والی تہہ کے نیچے مضمر ہے اباحیت اور آوارگی کا زہر' جس نے اخلاق کردار اور شرافت وانسانیت کا دیوالہ نکال دیا ہے، تیسرے نمبر پر ہے حریتِ نسواں اور نظریۂ مساواتِ مرد و زن جس نے مرد کو 'نامرد' اور زن کو 'نازن' بنا کر رکھ دیا اور دونوں کو تماشائی و ہرجائی بنا کر خاندان کے مقدس ادارے کی چولیں ہلا کر رکھ دیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ۔

فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بے چارہ زن شناس نہیں

اور

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال
مرد بے کار و زن تہی آغوش!

اسی طرح۔

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

کے مصداق اجتماعیاتِ انسانیہ کے ضمن میں تہذیبِ مغرب نے سیاسی و معاشی مساوات کے حسین عنوانوں سے انسان کو اوّلاً لادینی جمہوریت (SECULAR DEMOCRACY) کا تحفہ دیا جو 'چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر'' کا مصداقِ کامل ہے۔ اس لیے کہ اس کے ذریعے حقیقتاً سرمایہ داروں کی بدترین آمریت عوام پر مسلط ہو گئی۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

اور اس کے بعد، اس نہلے پر دہلا بے خدا اشتراکیت کا مارا جس نے انسان سے اس کی آزادی کو کلیتاً سلب کر کے اسے ایک مشین کا پرزہ بنا کر رکھ دیا۔ فاعتبروا!

آگے بڑھنے سے قبل، اس مقام پر دو امور کی وضاحت مناسب ہے:

ایک یہ کہ تہذیبِ جدید کے اس المیے کا اصل سبب سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع کی روشنی میں ایک جملے میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اُس 'علم الاسماء' پر تو پوری توجہ صرف کی جو ابتدائے آفرینش ہی میں حضرت آدم علیہ السلام کی سرشت میں ودیعت کر دیا گیا تھا اور جس نے تاریخ انسان کے دوران مسلسل بروز ظہور اور صعود و ارتقاء کے ذریعے 'علم الاشیاء' اور 'علم الخواص' کے راستے سے سائنس اور ٹیکنالوجی کی صورت اختیار کی ----- لیکن اس علمِ وحی سے یکسر منہ موڑ لیا جسے قرآن 'ہدایت' ﴿فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۳۸﴾ سے تعبیر کرتا ہے۔ نتیجتاً اس نے اس 'دجال' کی صورت اختیار کر لی جس کی ایک آنکھ بند ہے اور جس کی پیشانی پر جلی حروف میں ''ک ف ر'' لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ اب یہ یک چشم عفریت نوعِ انسانی ہی نہیں ہر قسم کی حیاتِ ارضی کی کلی تباہی پر تلا کھڑا ہے!

دوسرے یہ کہ عالمِ اسلام میں اس تہذیب کے ضمن میں یہ متوازن نقطۂ نظر، میری محدود معلومات کی حد تک، سوائے علامہ اقبال مرحوم کے اور کسی کے یہاں نظر نہیں آتا، اور ان کے بعد ان کی شمع سے اپنے چراغ روشن کرنے والوں میں بھی کم از کم اپنی محدود بصارت و بصیرت کی حد تک مجھے صرف ایک شخصیت ایسی نظر آتی ہے جس کے فکر میں اس توازن کا عکسِ کامل موجود ہے اور وہ ہیں ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم و مغفور! ----- ورنہ اکثر و بیشتر افراد و اشخاص کی حد تک بھی یا حیرانی و سرگردانی نظر آتی ہے، یا انتہا پسندی اور یک رخا پن! ----- اور بحیثیت مجموعی بھی ملت کے دو اہم طبقات نے متضاد طرزِ عمل اختیار کیا۔ چنانچہ ایک طرف علماءِ کرام کی اکثریت نے اس تہذیب کو بالکلیہ رد کر دیا۔ نتیجتاً اس کے اس INNER CORE سے بھی محرومی اختیار

کرلی جو اصلاً خالص قرآنی اور اسلامی تھا۔ اور وہ صرف آسمانی ہدایت کے امین بن کر قال اللہ اور قال الرسول کے حصار میں محصور ہو کر رہ گئے۔ اور دوسری جانب قوم کی عظیم اکثریت نے تہذیبِ مغرب کو من وعن قبول کرلیا۔ نتیجتاً اس کے 'INNER CORE' کے ساتھ ساتھ اس کی ''جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری'' سے پیدا شدہ 'صناعی'' کو بھی ایک شکست خوردہ اور مرعوب ذہنیت کے ساتھ جوں کا توں قبول کرلیا۔ نتیجہ وہ نکلا جسے کسی صاحبِ درد نے یوں بیان کیا کہ ؎

میں نے دیکھا ہے کہ فیشن میں الجھ کر اکثر
تم نے اسلاف کی عزت کے کفن بیچ دیے
نئی تہذیب کی بے روح بہاروں کے عوض
اپنی تہذیب کے شاداب چمن بیچ دیے

اور اس ضمن میں بھی اللہ رحمتیں نازل فرمائے اپنے اس بندۂ قلندر پر جس نے کمال انصاف کا ثبوت دیا جب ملت کے ان دو اہم طبقات کے تضادِ عمل کو یوں واضح کیا کہ ؎

کہا اقبال نے شیخِ حرم سے
تہِ محرابِ مسجد سو گیا کون؟
ندا مسجد کی دیواروں سے آئی
فرنگی بتکدے میں کھو گیا کون؟

فکرِ اقبال کی اس روشنی میں پاکستان کی عوامی سیاست کے بڑے اور درمیانی دھارے اور اس کی حالیہ 'مہیب' لہر کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے بھی دو جزو سامنے آتے ہیں، چنانچہ اس کا بھی ایک 'INNER CORE' ہے جو نہ غیر اسلامی ہے نہ غیر قرآنی، اور نہ افکار و نظریاتِ اقبال کے منافی ہے، نہ تصوراتِ قائد اعظم کی نقیض بلکہ عین قرآنی اور اسلامی بھی ہے اور پاکستان کے مصور و مفکر اور مؤسس و معمار دونوں کے خیالات کے مطابق بھی اور اسی میں اس دھارے کی مقبولیت اور اس کی قوت و شوکت کا راز مضمر ہے، البتہ دوسرا جزو جو بجائے خود نہایت اہم ہے بے خدا بھی ہے اور بے دین بھی اور خالص مشرکانہ بھی ہے اور ملحدانہ بھی! اور یہ بات نہایت اہم اور لازمی ہے کہ ان دونوں اجزاء کو علیحدہ علیحدہ پہچان لیا جائے اور دونوں کے ساتھ ایک طرزِ عمل اختیار کرنے کی بجائے علیحدہ علیحدہ رویہ اختیار کیا جائے!

اس دھارے اور لہر کی 'INNER CORE' کے اجزاء ترکیبی میں سے اوّلین جزو ہے۔ ''ولقد کرمنا بنی آدم ----- الایۃ'' کے مطابق انسان کا محض انسان ہونے کے ناطے اعزاز و اکرام اور تشریف و تکریم، اور رنگ و نسل، مال و منال، اور عہدے، پیشے یا جنس کی بنیاد پر انسانوں کے مابین اس سماجی و معاشرتی سطح پر کامل مساوات! بفحوائے الفاظ قرآنی:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَاۗىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۭ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳﴾ (الحجرات) اور بقول اقبال

کل مومن اخوۃ، اندر دلش
حریت سرمایۂ آب و گلش
نا شکیبِ امتیازات آمدہ!
در نہادِ او مساوات آمدہ!

ان امتیازات کا کلی خاتمہ اور کامل انسانی مساوات کا بالفعل قیام رسولِ عربی ﷺ کا وہ طرہ امتیاز ہے جس کے سامنے ایچ جی ویلز جیسے دشمنِ اسلام اور شاتمِ رسولؐ بھی اپنے آپ کو سر جھکانے پر مجبور پاتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے یہی وہ چیز ہے جو موجودہ نام نہاد مسلمان معاشرے میں ناپید ہو چکی ہے، اس ضمن میں علامہ اقبال نے تو صرف یہ فرمایا تھا کہ ؎

یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

میں ان کی روح سے معذرت کے ساتھ اس میں یہ اضافہ کروں گا کہ ''تم سبھی کچھ ہو مگر سوچو کہ 'انسان' بھی ہو!''

اس 'INNER CORE' کا دوسرا اہم جزو ہے انسان کے بنیادی عمرانی حقوق یعنی (CIVIL RIGHTS) اور ان کے ضمن میں کامل سیاسی و قانونی مساوات! جس سے ''تمیزِ بندہ و آقا'' کا مکمل خاتمہ ہو جائے اور نہ کوئی قوم کسی دوسری قوم پر حکمران ہو، نہ کوئی طبقہ دوسرے طبقے پر برتری کا حامل ہو اور نہ ہی کوئی علاقہ دوسرے علاقے پر بالا دستی کا حق جتائے، بلکہ نوعِ انسانی ((کونوا عباد اللہ اِخوانًا)) (الحدیث) پر عمل پیرا ہو جائے۔ (ترجمہ) تم سب اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ! حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی ذاتِ اقدس اور جسمِ اطہر کو بھی قصاص کے لیے پیش فرما کر، حضرت عمرؓ نے بھرے مجمع میں احتساب پر برافروختہ نہ ہو کر بلکہ بالفعل جوابدہی فرما کر، اور حضرت علیؓ نے اپنے عہد خلافت میں عدالت میں ایک عام مدعی کی حیثیت سے پیش ہو کر اور اپنے دعوت کے اخراج پر کبیدہ خاطر نہ ہو کر جو اعلیٰ و روشن اور ابدی و لازوال مثالیں قائم کی تھیں وہ آج متفق علیہ اقدار کی حیثیت سے انسان کے اجتماعی ضمیر کا جزو لاینفک بن چکی ہیں اور عہد حاضر کا انسان ان کو REALISE اور ACHIEVE کرنے کے لیے علامہ اقبال کے ان پُرشکوہ الفاظ کے مطابق ہاتھ پاؤں مار رہا ہے کہ

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
زانکہ از خاکش بروید آرزو!
یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہا ست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است!

لیکن چونکہ وہ نورِ نبوت سے براہ راست استفادہ کرنے پر آمادہ نہیں لہٰذا افراط و تفریط کے دھکوں کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہو رہا۔ تاہم کون نہیں جانتا کہ آج ان اقدارِ عالیہ سے سب سے بڑھ کر محروم اور سب سے زیادہ تہی دست و تہی دامن وہ ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں ----- اور اسی کا ردِّ عمل ہے جو ہماری سیاست کے موجودہ ابھار کی اساس بنا ہے!

اس 'INNER CORE' کا تیسرا لیکن اہم ترین جزو ہے معاشی عدل و انصاف اور کم از کم واقع کی حد تک کامل مساوات اور ہر نوع کے اقتصادی استحصال اور 'سرمایہ داری' کی لعنت کا مکمل خاتمہ اور ہر شہری کی بنیادی ضروریات کی کفالت کا ذمہ! ----- یہ تمام باتیں وہ ہیں جو تمام جہانوں کے پروردگار نے اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرمائیں اور محمد ﷺ اور ان کے حوارین و خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بالفعل کر کے دکھائیں۔ چنانچہ ''کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم'' کے مطابق دولت کی منصفانہ تقسیم اسلام کے معاشی نظام کا اصل الاصول ہے اور ''وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا'' کے مطابق حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ: اگر دجلہ و فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر جائے تو اس کے لیے اللہ کے یہاں عمر ذمہ دار ہوگا''۔ اسلام کے اقتصادی مقاصد کے ضمن میں POLICY STATEMENT کی حیثیت رکھتا ہے جسے اقبال نے یوں تعبیر فرمایا کہ: ؎

کس نباشد در جہاں محتاج کس
نکتۂ شرعِ مبیں ایں است و بس

اور

آب و نانِ ماست از یک مائدہ
دودۂ آدم ''کنفسٍ واحدۃ''

لیکن افسوس کہ جب مسلمانوں کے دورِ زوال میں اس پر ملوکیت کے ساتھ ساتھ جاگیرداری اور سرمایہ داری کی چھاپ پڑگئی تو اسلام اور قرآن کے رخِ روشن کی یہ جھاں تابیاں نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں وہ صورت بن گئی جس کا نقشہ حضرت علامہ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے کہ

جانتا ہوں میں یہ امت حاملِ قرآن نہیں
ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
جانتا ہوں میں کہ مشرق کی اندھیری رات میں
بے ید بیضا ہے پیرانِ حرم کی آستیں

نتیجتاً ---- قوم کی عظیم اکثریت تو اقبال کے اس شعر کا مصداق کامل بن ہی چکی ہے کہ

ہیچ خیر از مردکِ زرکش مجو
لن تنا لوا البر حتی تنفقوا

خود 'مذہبیت' کی بھی اکثر و بیشتر صرف یہ مسخ شدہ صورت (PERVERTED FORM) باقی رہ گئی ہے کہ ہر قسم کے حرام وحلال ذرائع سے دولت سمیٹو البتہ کچھ صدقہ وخیرات کے کھاتے بھی جاری رکھو۔ چنانچہ حکومت کی جانب سے سود دے کر اس میں سے زکوۃ وصول کر لینے کا تماشا تو حال ہی میں ہوا ہے۔ سود لو اور اس میں سے زکوۃ دے دو، پر تو ہمارے مذہبی مزاج کے سرمایہ دار بزرگ بہت پہلے سے عمل پیرا ہیں۔

اس سلسلے میں نقد کے ضمن میں 'ربا النسیئۃ' اور 'ربا الفضل' کی جو بے شمار صورتیں سرکاری وغیر سرکاری سطح پر ہماری پوری تجارت وصنعت اور ریاست کی سطح پر دفاع وترقی کی جملہ سکیموں میں رچی بسی ہوئی ہیں ان کا ذکر تو تحصیل حاصل ہے، اگرچہ حضرتِ علامہ کے یہ دو اشعار نقل کیے بغیر آگے بڑھنے کو جی نہیں چاہتا کہ

از ربا آخر چہ می زاید فتن!
کس نداند لذتِ قرضِ حسن
از ربا جاں تیرہ، دل چوں خشت و سنگ
آدمی درندہ بے دندان و چنگ

تاہم 'زمین کے سود' کا ذکر ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس کے ضمن میں مذہبی سطح پر تو مغالطے موجود ہی ہیں شیدائیان اقبال کا ذہن بھی صاف نہیں ہے۔ چنانچہ وہ ان اشعار کو تو لہک لہک کر پڑھتے ہیں کہ:

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا، فکر وعمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں، اللہ کی ہے یہ زمیں

اور

دہ خدایا یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں، میری نہیں

اور

رزق خود را از زمیں بردن رواست
ایں متاعِ بندہ و ملکِ خداست

لیکن غالباً انہوں نے قرآن کی اس تعلیم اور اقبال کی اس تبیین کو صرف اخلاقی وعظ کے خانے میں رکھا ہوا ہے، اور یہ نہیں جانتے کہ زمین کے سلسلے میں یہ اسلام کے قانونی وفقہی نظام کی اہم اساس ہے! چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام دارالہجرت مالک رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں کا متفقہ فتویٰ ہے کہ مزارعت مطلقاً حرام ہے اور اقبال کا یہ فرمانا محض شاعری نہیں ہے کہ ؏ مرا یاراں غزلخوانے شمردند۔

خدا آں ملتے را سروری داد
کہ تقدیرش بدستِ خویش بنوشت
بہ آں قومے سروکارے ندارد
کہ دہقانش برائے دیگراں کشت

چنانچہ سماجی، سیاسی اور معاشی جملہ سطحوں پر تمام ناانصافیوں اور ناہمواریوں کا خاتمہ کر کے دینِ حق کے کامل نظامِ عدل وقسط کو بالفعل نافذ وقائم کرنے کے لیے مبعوث فرمائے گئے تھے خاتم النبیین اور سید المرسلین، محمد ن الامین ﷺ! (بفحوائے الفاظ قرآنی ﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ﴾ (الشوریٰ:15) اور ﴿لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ﴾ (الحدید:25) اور ''خدایا آں کرم بارِ دگر کن!'' کے مصداق۔ اسی کا پیغام دیا تھا حکیم الامت اور مصوّرِ پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے کہ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است!

چنانچہ اقبال سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ جہاں شعریت اور جذباتی سوز وساز کے اعتبار سے کلامِ اقبال کے نقطۂ عروج کا مظہر ان کی دوسری نظمیں (خصوصاً ذوق وشوق) ہیں وہاں امتِ مسلمہ کے نام ان کے پیغام کا مظہر اتم واکمل ہے، 'ابلیس کی مجلس شوریٰ' اور خصوصاً اس کے یہ آخری اشعار:

عصرِ حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبر کہیں
الحذر! آئینِ پیغمبرؐ سے سو بار الحذر
حافظ ناموسِ زن، مرد آزما، مرد آفریں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک وصاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر وعمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں' اللہ کی ہے یہ زمیں
چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ یہ آئیں تو خوب
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محرومِ یقیں!

چنانچہ اس مردِ قلندر نے تو نہ صرف یہ کہ ''جوہرِ دریائے قرآن سفتہ ام'' کے مصداق قرآن حکیم کے حقائق و معارف کی دل نشیں پیرائے اور شعری اسلوب میں تعبیر و تعلیم میں اپنی توانائیاں کھپا دیں بلکہ ساتھ ہی 'انقلاب' کا نعرہ بھی بلند کر دیا تھا---- کہ

خواجہ از خونِ رگِ مزدور سازد لعلِ ناب
از جفائے دہ خدایاں کشتِ دہقاناں خراب
انقلاب! انقلاب!!! اے انقلاب!!!

یہ دوسری بات ہے کہ ان کے نام لیواؤں اور شیدائیوں نے ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا کہ

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
وز درونِ من نہ جست اسرارِ من

مزید برآں---- یہی تھی وہ حقیقت جسے تعبیر فرمایا تھا بابائے قوم اور بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح ؒ نے کبھی ان الفاظ سے کہ ہم پاکستان کی صورت میں ایک ایسے خطہ ارضی کے خواہاں ہیں جس میں اسلام کے اصولِ حریت واخوت ومساوات کا عہد حاضر میں عملی اور مثالی نمونہ پیش کر سکیں۔ اور کبھی یہ فرما کر کہ ''اسلام ایک سوشل ڈیموکریسی ہے''

لیکن افسوس کہ علامہ اقبال تو خالص 'مسنون عمر' میں پاکستان کے قیام سے لگ بھگ دس سال قبل ہی دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ قائد اعظم مرحوم بھی قیامِ پاکستان کے بعد کل ایک سال زندہ رہے۔ اور ان کے بعد ان کی عوامی تحریک کا ثمرہ اچک لیا، اوّلاً نوابوں اور نوابزادوں اور

زمینداروں، جاگیرداروں اور وڈیروں نے، اور بعد ازاں اس میں مستقل حصہ دار بن گئے کچھ نئے اور پرانے سرمایہ دار اور باری باری حصہ بٹاتے رہے اعلیٰ سول اور فوجی عہدہ دار! جس کے نتیجے میں قانونِ قدرت کے عین مطابق عوامی سطح پر ایک شدید احساسِ محرومی پیدا ہوا جو اندر ہی اندر سلگنے والی آگ کے مانند بڑھتا چلا گیا۔ اور ----- اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ اسی احساسِ محرومی کی پُر زور ترجمانی کی تھی، ذوالفقار علی بھٹو نے جس نے پاکستان کی سیاست کے اس نئے اور زوردار عوامی دھارے کو جنم دیا تھا جس کی ایک طوفانی لہر پر سوار ہو کر وہ اب سے پندرہ سال قبل خود ایوانِ اقتدار تک پہنچے تھے!

واضح رہے کہ اس وقت مجھے نہ بھٹو صاحب کی ذات اور شخصیت سے کوئی بحث ہے نہ ان کی سیرت و کردار سے، اور نہ ان کے خلوص یا عدمِ اخلاص کے بارے میں کوئی گفتگو کرنی ہے، نہ ان کی اہلیت یا نا اہلیت کے بارے میں کوئی فیصلہ دینا ہے بلکہ فی الوقت میری گفتگو صرف اور صرف پاکستان کی عوامی سیاست کے درمیانی دھارے کے اس "INNER CORE" کی تعیین و تشخیص سے متعلق ہے جس نے اس میں وہ قوت و مقاومت پیدا کر دی ہے کہ پاکستان کی تاریخ کے طویل ترین مارشل لاء سے بھی اس کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہیں آئی۔ چنانچہ مارشل لاء کے ذرا پس منظر میں جاتے ہی اس کی طوفانی لہر سامنے آ گئی۔ اگرچہ یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ اس بار اس پر سواری بھٹو مرحوم کی صاحبزادی مس بے نظیر کرتی ہیں یا ان کے سابق رفیق کار مسٹر جتوئی، یا ان کی ایک نظر بندی کے دوران ان کے خلا کو پر کرنے والے ائر مارشل (ریٹائرڈ) اصغر خان ----- یا کوئی اور!!

بہرحال یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ اس دھارے کے بہاؤ کو روکنا نہ کسی چوتھے مارشل لاء کے لیے ممکن ہے نہ پانچویں کے، اور اس کے آگے نہ علماء کرام کوئی بند باندھ سکتے ہیں نہ مشائخ عظام، نہ پشتینی رئیس اس کی راہ میں مزاحم ہو سکتے ہیں نہ نو دولتیے سرمایہ دار، نہ سردار اور وڈیرے اس کا راستہ روک سکتے ہیں نہ زمیندار و جاگیردار ----- اور نہ کوئی میر اس کے راستے میں حائل ہو سکتا ہے نہ کوئی پیر ----- زیادہ سے زیادہ اگر کچھ کیا جا سکتا ہے تو صرف یہ کہ اس کے رخ کو موڑنے کی کوشش کی جائے!

اس لیے کہ مغرب کی اندھی تقلید میں ہمارا یہ 'ڈان' بھی خالص مادیت ہی کے رخ پر بہہ رہا ہے اور اس کے 'INNER CORE' کا سارا خارجی لبادہ یورپ سے مستعار لیا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا کوئی براہِ راست سروکار نہ اللہ سے ہے نہ رسول سے اور اس میں نہ ہدایتِ آسمانی سے کوئی اعتناء ہے نہ آخرت کی جوابدہی کا کوئی ذکر، لہٰذا عدلِ اجتماعی کے جملہ تصورات و معیارات بھی مغرب ہی سے ماخوذ ہیں اور ان کے ضمن میں افراط و تفریط کی انتہاؤں کے مابین بھٹکنے کی کیفیت بھی لامحالہ وہیں کا چربہ ہے...... مزید برآں ان کے جلو میں بے پردگی بھی ہے اور عریانی بھی، اباحیت (PERMISSIVENESS) بھی ہے اور آوارگی بھی، لاف زنی بھی ہے اور بڑکیں بھی، بھنگڑہ بھی ہے اور ''ہے جمالو' بھی'، اور ان سے بھی بڑھ کر عبادات سے بے اعتنائی ہی نہیں، ان کا استہزاء و تمسخر ہے' شریعت سے بے پروا ہی نہیں اس کے خلاف نشوز اور بغاوت ہے اور شعائرِ اسلامی کا عدمِ احترام ہی نہیں ان کی باضابطہ توہین و تذلیل ہے۔ وقس علیٰ ذٰلک!

فکرِ اقبال کی روشنی میں اس صورتِ حال کا علاج بھی اس کی کلی نفی (TOTAL NEGATION) اور بحیثیت مجموعی رد کر دینے (TOTAL REJECTION) میں نہیں بلکہ اس کے صحیح جزو کو قبول کرتے ہوئے غلط جزو کی اصلاح میں مضمر ہے!

بالکل ایسے جیسے حضرتِ علامہ نے موجودہ سائنس اور ٹیکنالوجی کو ایک ایسے نیام سے تشبیہ دی ہے جس میں سے ایمان باللہ کی تلوار نکال لی گئی ہو۔

عشق کی تیغ جگر دار اڑا لی کس نے؟
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!

گویا نیام تو اپنی جگہ درست اور کار آمد ہے، ضرورت صرف اس کی ہے کہ اس میں تلوار داخل کی جائے اسی طرح علمِ جدید میں فی نفسہٖ کوئی شے غلط نہیں ہے اور کائنات کے بارے میں معلومات کا جو عظیم خزانہ اس نے جمع کیا ہے وہ اپنی جگہ متاعِ بے بہا ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اس میں خالقِ کائنات کی معرفت و محبت کی چاشنی گھول دی جائے!

یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ نے اپنے اس مشہور اور متنازعہ فارمولے میں کہ:

''GOD = ISLAM+MARXISM''

مغرب کے مادی فکر کی منطقی انتہا یعنی جدلی مادیت اور اس کے بھی نقطۂ عروج یعنی مارکسزم تک کو بالکلیہ رد نہیں کیا بلکہ صرف اس ضرورت کا احساس دلایا ہے کہ اس میں ایمان باللہ کا تریاق شامل کر دیا جائے تو اس کی سمیت اور زہرناکی ختم ہو جائے گی اور یہ اسلام کے بہت قریب آ جائے گا!

بنا بریں فکرِ اقبال کی روشنی میں اس وقت 'کرنے کا اصل کام' یہ ہے کہ پاکستان کی عوامی سیاست کے عظیم دھارے کے آگے بند باندھنے کی لا حاصل ہی نہیں حد درجہ مضر اور خطرناک کوشش کی بجائے اس میں ایمان و یقین کی چاشنی اور حکمت و معرفت کی روشنی شامل کرنے کی کوشش کی جائے اور اس طرح فی الجملہ اس کے رخ کو آسمانی ہدایت کی جانب موڑ دیا جائے!

اور یہ کام، ظاہر ہے کہ، ہرگز آسان نہیں بلکہ نہایت مشکل اور مشقت طلب ہے، البتہ اس کے ضمن میں ایک بہت اہم اور مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں وہ لوگ جو اقبال کے مداح و شیدائی اور ان کے فکر و فلسفہ اور حکمت و بصیرت سے فیض حاصل کرنے والے اور خود کو ان کی جانب منسوب کرنے والے ہیں۔ اس لیے کہ اقبال کے متذکرہ بالا فارمولے کے مانند ایک بظاہر نہایت سادہ لیکن بباطن حد درجہ محکم فارمولا یہ بھی ہے کہ:

''پاکستان کی بقا اور استحکام صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے اور احیاءِ اسلام کا واحد ذریعہ ہے تجدیدِ ایمان اور ایمان کا واحد منبع اور سرچشمہ ہے قرآن حکیم اور دورِ حاضر میں احیاءِ قرآن کا ایک نہایت اہم اور مؤثر ذریعہ ہے فکر و کلامِ اقبال!''

اس لیے کہ جیسے کہ میں نے ہمیشہ کہا ہے اور علیٰ وجہ البصیرت کہا ہے اور آج پھر کہہ رہا ہوں اور ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہوں کہ عہدِ حاضر کے ذہنی و فکری ظروف و احوال میں قرآن حکیم کی عظمت کا جس قدر انکشاف اقبال پر ہوا، اور کسی پر نہیں ہوا ----- اور موجودہ دور کی اعلیٰ ترین علمی و فکری سطح پر قرآن کے علم و حکمت اور ہدایت و معرفت کی تعبیر و تبیین اور تشریح و توضیح کی ہے صرف اور صرف اقبال نے!

لیکن اس کے لیے اقبال کے مداحوں اور شیدائیوں ''پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے'' کے مصداق کردار اور عمل کے میدان میں اترنا ہوگا۔ اور حلقہ اقبال کو محض ایک روایتی اور ثقافتی طائفے کی صورت اختیار کرنے بلکہ شدتِ احساس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ مزارِ اقبال

کے مجاوروں کی حیثیت اختیار کرنے کی بجائے خود اقبال کی ''خانقاہ'' سے بھی باہر نکل کر ''رسمِ شبیری'' ادا کرنی ہوگی! اور اس کے لیے انہیں اس ہمت و جرأت، محنت و مشقت، ایثار و قربانی اور بے نفسی و بے غرضی کے علاوہ، جو کسی بھی عظیم مقصد کے لیے لازمی و لابدی ہیں، حسبِ ذیل عملی اقدامات کرنے ہوں گے۔

1۔ اولاً جس دین و شریعت کے نام لیوا اور علمبردار ہیں اس پر خود عمل پیرا ہونا اور اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کروں گا کہ اقبال کے مداحوں اور شیدائیوں کے لیے سب سے مشکل اور کٹھن مرحلہ یہی ہے۔ اس لیے کہ انہوں نے خود اقبال کی 'بے عملی' کو 'سند' کا درجہ دے دیا ہے۔ حالانکہ قطع نظر اس سے کہ خود حضرتِ علامہ نے اپنی بے عملی اور 'تن آسانی' کا ہمیشہ ایک کمی کی حیثیت سے برملا اعتراف کیا اور اسے کبھی سند کی حیثیت سے پیش نہیں فرمایا، ان کے فکر کے علو و عظمت کے پیشِ نظر ان کی 'بے عملی' کی کوئی اہمیت نہیں رہتی بلکہ بلا مبالغہ مجھ ایسے لاکھوں انسانوں کا 'عمل' ان کی 'بے عملی' پر نچھاور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دوسرا کون ہے جو اس کا مدعی بن کر سامنے آسکے؟ مولانا مودودی مرحوم نے تو حضرت علامہ کو صوفیا کے 'ملامتیہ' سے متعلق قرار دیا ہے جو اپنے 'عمل' کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپانے کے لیے 'بے عملی' کا مظاہرہ کرتے ہیں، میں یہاں تک بھی نہیں جاتا بلکہ اسے اس قاعدہ کلیہ کے ذیل میں شمار کرتا ہوں کہ نابغہ لوگوں کا عمل بالعموم ان کے فکر کا ساتھ نہیں دے سکتا، تاہم اصل بات یہ ہے کہ حضرتِ علامہ ہمیں وہ فکر دے گئے جو اس دور کے لاکھوں نہیں کروڑوں 'باعمل' لوگ بھی نہیں دے سکتے تھے لیکن اب اس فکر کو عملاً بروئے کار لانے کا اوّلین تقاضا ''شرطِ اوّل قدم ایں ست کہ مجنوں باشی'' کے مصداق اس اسلام پر بالفعل عمل پیرا ہونا ہے جس کی تعبیر حضرت علامہ نے یوں فرمائی کہ ''عاشقی محکم شو از تقلیدِ یار''۔

اس ضمن میں اس مغالطے پر مستزاد جس تضاد کا مظاہرہ علامہ مرحوم کے حلقہ بگوشوں میں نظر آتا ہے اس کی ادنیٰ مثال یہ ہے کہ بالفرض وہ داڑھی اس لیے نہیں رکھتے کہ علامہ نے نہیں رکھی تو اسی دلیل کے تحت اپنے گھروں میں پردہ کیوں رائج نہیں کرتے حالانکہ اس موضوع پر حضرت علامہ کے افکار و آراء بھی نہایت واضح اور روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں اور ان کا عمل تو اس سے بھی کہیں زیادہ روشن و تابناک ہے! اس ضمن میں اس وقت مزید کچھ عرض کرنے سے اس لیے گریز کرتا ہوں کہ اس دور میں حضرت علامہ کے اس شعر کا مصداقِ کامل میں ہوں کہ:

کیا فائدہ کچھ کہہ کے بنوں اور بھی معتوب
پہلے ہی خفا مجھ سے ہیں تہذیب کے فرزند!

تاہم یہ صرف ایک مثال ہے۔ ''قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا''

2۔ ثانیاً اس عظیم مقصد کے لیے علماء کرام کا تعاون حاصل کیا جائے

اور اس ضمن میں حضرتِ علامہ کی ان تنقیدوں اور لطیف اور مزاحیہ انداز کی ان پھبتیوں کے ساتھ ساتھ جو انہوں نے روایتی ملا پر چست کی ہیں ان کے اس طرزِ عمل کو نگاہ میں رکھا جائے کہ انہوں نے ہمیشہ علماءِ حق کا احترام کیا۔ یہاں تک کہ اپنے تمام تر مرتبۂ علمی و فکری کے باوجود بالغ نظر اور وسیع الذہن علماء سے خالص طالب علمانہ انداز میں کسبِ فیض میں کبھی اپنی توہین یا سبکی محسوس نہیں کی۔ چنانچہ علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی خط و کتابت اس پر شاہد عادل ہے۔

خصوصاً فقہ و قانونِ اسلامی کے ضمن میں اس دور میں اجتہاد کے سب سے بڑے داعی اور علمبردار ہونے کے باوجود، انہوں نے خود اپنے آپ کو کبھی مجتہد مطلق نہیں سمجھا۔ بلکہ اس کے باوجود کہ عربی زبان پر انہیں عبور حاصل تھا، قرآن ان کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے تھا اور خود وہ تمام عمر قرآن میں غوطہ زنی کرتے رہے تھے، حکمتِ دین ان کے ذہن و فکر کی جزو لاینفک تھی اور تفقہ فی الدین ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، قانونِ اسلامی کی تدوینِ نو کے ضمن میں انہیں کبھی یہ خیال تک نہیں آیا کہ وہ تن تنہا اس کے اہل ہیں، بلکہ کسے معلوم نہیں کہ وہ اپنی حیاتِ دنیوی کے آخری ایام تک بیشتر وقت مولانا سیّد محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ سے درخواست فرماتے رہے کہ وہ کسی طرح لاہور منتقل ہو جائیں تو دونوں مل کر وقت کی اس اہم ترین ضرورت سے عہدہ برآ ہونے کی کوششیں کریں۔

اس ضمن میں قدیم اور جدید کے امتزاج کی جس قدر فکر اور خواہش حضرت علامہ کو تھی اسی کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور کی تحریروں میں اس امتزاج کی جھلک دیکھ کر حضرت علامہ نے انہیں دکن کی سنگلاخ زمین سے ہجرت کر کے پنجاب آنے کی دعوت دی اور اپنے ایک عقیدت مند چودھری نیاز علی مرحوم کے ذریعے پانچ دریاؤں کی سرزمین ان کے 'تمکن' کی سبیل پیدا فرمائی ---- مجھے حضرت علامہ کے اس اقدام کا پس منظر نظر آتا ہے ان کے اس قطعے میں جو آج بھی ان کے مرقد کی زینت بنا ہوا ہے کہ:

بیا تا کارِ ایں امت بسازیم
قمارِ زندگی مردانہ بازیم
چناں نالیم اندر مسجدِ شہر
دلے در سینۂ ملا گدازیم

لیکن افسوس کہ مولانا مرحوم نے برّ صغیر کے مسلمانوں کی قومی جدوجہد کے نقطۂ عروج کے آغاز پر تو یہ کہہ کر قومی سیاست سے علیحدگی اختیار کر لی تھی کہ 'میں مسلمانوں کا نہیں صرف اسلام کا کام کرنا چاہتا ہوں'---- لیکن قیامِ پاکستان کے بعد 'اسلام کے کام' کے لیے قومی ہی نہیں خالص سیاسی راستہ اختیار کر لیا۔ اس پر تو اس وقت میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ کاش کہ ایسا نہ ہوتا! اور مولانا مرحوم قیام پاکستان کے بعد بھی اپنے سابق انقلابی طریق کار ہی پر عمل پیرا رہتے، تاہم فکرِ اقبال کے شیدائیوں کی توجہ اس جانب مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس چیز کی اہمیت حضرت علامہ کو اس وقت محسوس ہوئی تھی وہ آج بھی نہایت اہم ہے! اور قدیم و جدید کے محکم امتزاج اور علماءِ حق کے تعاون و اشتراک کے بغیر پاکستان کی قومی سیاست کے دھارے کے رخ کو اسلام کی جانب موڑنا ناممکن ہے۔

آخر میں جملہ شرکاءِ مجلس سے طویل سمع خراشی کے لیے معذرت خواہی کے ساتھ ساتھ کارکنانِ مرکزیہ مجلسِ اقبال کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھے 'مجلس اقبال' میں شرکت کی دعوت دے کر میرا اعزاز و اکرام بھی فرمایا...... اور مجھے یہ موقع بھی عنایت فرمایا کہ اپنا دردِ دل ایسے منتخبِ روزگار حضرات کی محفل میں بیان کر سکوں اور واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین کے مطابق سب سے آخر میں شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ کا کہ اس نے مجھے بھی تین دن کی مختصر مدت کے اندر اپنے خیالات کو قلمبند کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور میرے ساتھیوں کو بھی ہمت دی کہ اسی قلیل عرصہ میں اس کی طباعت کا مرحلہ طے کر لیا۔ اگر ہم سے کوئی خیر بن آئے تو یہ سب اللہ ہی کی توفیق سے ہوتا ہے۔ اور خطا ہوتی ہے تو وہ ہمارے نفوس کی شرارت سے۔ اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات۔

❁❁❁

The staggering scale of India's anti-Pakistan propaganda machine

Hundreds of fake news websites and NGOs linked to Indian entities were used to spread propaganda against Pakistan internationally. For years Pakistan has accused its archrival India of engaging in hybrid warfare which relies on a disinformation campaign to undermine Islamabad at international forums. Now it seems much of that is true.

The EU DisinfoLab has uncovered a network of NGOs and fake media organizations linked to India that for more than a decade have been engaged in anti-Pakistan propaganda. "It is the largest network we have exposed," Alexandre Alaphilippe, executive director of EU DisinfoLab told the BBC after the report "Indian Chronicles" was published on Wednesday. Brussels-based DisinfoLab is a European NGO which aims to check the disinformation targeting the European Union, its parliamentarians and policies.

In a sophisticated operation, much of which has been linked to the New Delhi-based Srivastava Group, hundreds of fake media outlets, long-dead organizations and stolen identities were used to paint Pakistan in a negative light in the EU and elsewhere, the report says.

While DisinfoLab says it has not found any connection between this campaign and the Indian state, Pakistan's foreign office came out with a strong statement. "India not only spread disinformation but abused international institutions in its desire to malign Pakistan," it said.

The revelations could deepen tension further between the two neighbors who have fought three wars and have come close to another full-blown conflict last year. The DisinfoLab investigation found that at least ten long-defunct NGOs and industry-related organizations were resurrected and used to lobby diplomats at international forums, especially the UN Human Rights Council (UNHRC).

For instance, the Commission to Study the Organization of Peace (CDOP), an NGO that became inactive in the 1970s, was reactivated in the mid-2000s to organise events on the sidelines of UN sessions and send representatives to panel discussions. Its origin has been linked to Srivastava Group.

What will worry many in Islamabad is that the NGOs in question are UN accredited, something which makes them appear legitimate. The groups are also responsible for putting up "Free Balochistan" posters across Geneva in 2017. Pakistan's restive Balochistan province is facing an insurgency, and India often highlights the human rights violations there to deviate attention from its own atrocities in Kashmir.

The International Club for Peace Research (ICPR), another dormant NGO that focuses on Africa, was resurrected in 2009 when it started to appear at the UNHRC sessions where Pakistan was targeted. It was this so-called NGO which in 2012 issued a press release, distributed by Indian news agency DNA *(Daily News & Analysis, Zee Media Group)*, demanding "enquiry into genocide in Bangladesh by Pakistani Army." "The (ICPR) website refers to promoting peace and to Mother Teresa in its "about us" section, lists past events and meetings related to peace and human rights in Africa, but its "news", "pictures" and "demonstrations" sections are entirely about human rights in Pakistan," DisinfoLab says.

The groups ostensibly lobby around issues that are sure to cause discontent within Pakistan. "Generally, we found several other NGOs regularly covering the same issues around minorities in Pakistan, Balochistan, Kashmir and Gilgit-Baltistan. For a majority of these NGOs, these issues are not part of their original mission," it notes. For instance, in the southern Sindh province there's strong resentment against the construction of upstream dams. But despite it being a domestic matter, the World Sindhi Congress was invited by one of the groups at the 2018 UNHRC to speak against the dam.

The report has also raised questions about the performance of UN bureaucracy as organizations set up to represent industry groups ended up in the

performance of UN bureaucracy as organizations set up to represent industry groups ended up in the hands of Indians and later used solely as tools to bash Pakistan. Take for example the Canners International Permanent Committee (CIPC), which was established to promote the canning industry but stopped functioning in 2007. It was later reactivated by the same Indian network. "The core theme of the original NGO – "canned foods" - was totally diverted by Indian Chronicles to undermine Pakistan at the Human Rights Council," says DisinfoLab.

Another interesting example is of the African Regional Agricultural Credit Association (ARACA), which instead of proposing ways to help farmers, has used Geneva for anti-Pakistan activities. A so-called Pakistani dissident, Mehran Marri, also known as Mehran Baluch, who has more than 27,000 followers on Twitter, has spoken on behalf of ARACA. Marri, who supports Baluchistan's secession from Pakistan, has also served as the President of Balochistan House, an organization linked to Ankit Srivastava of the Srivastava Group.

"NGOs tied to this ecosystem are also often represented by official representatives of minorities in Pakistan, who can be seen to speak for different organizations," notes DisinfoLab. The Indian disinformation network relies heavily on more than 700 fake media outlets to spread propaganda of the NGOs linked to Srivastava Group. Fake news websites such as EU Chronicles, Japan Times Today, and Arizona Herald, regularly published Pakistan-centric stories.

The DisinfoLab found that the Indian news wire agency, ANI, a partner organization of Reuters, often helped magnify the stories published by these outlets. Once sent out by ANI, these stories were picked up by respectable media groups such as The Times of India and The Economic Times.

A glaring example of how the propaganda works can be seen in the 2017 interview of the Pakistani diplomat Hussain Haqqani published in another fake outlet, Times of Geneva. The story titled 'Baloch posters in Switzerland to isolate Pakistan' was picked up by ANI and forwarded to its subscribers. It ended up on the webpages of Outlook India magazine and the Business Standard.

The list goes on...

So where does this latest unmasking of the nefarious Indian designs leave Pakistan? The fact of the matter is that a damning report of such proportions against India by a European organization has given Pakistan a blank cheque to draw the battle lines in whichever way it likes. Pakistan ought to start a vigorous diplomatic and economic campaign against its enemy, which would essentially be based on truth.

It is clear that the only real and lasting way for Pakistan to defeat the fascist ideologies prevalent in Modi's India is for it to revert to its raison d'être; by becoming a genuine Islamic country. We believe that it is the only way to attain the pleasure of Allah *(SWT)* and demonstrate the willingness and ability to 'take on' India and its allies, which would not only make us successful in this world but also and in the Hereafter. May Allah *(SWT)* bestow our leadership and masses to do so. ***Aameen!***

<u>Editor's Note</u>: The tract above is the editorial of Perspective: Volume 6; Issue 24 (16 – 31 December 2020). 'Perspective' is the official online newsletter of Tanzeem-e-Islami.

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

''قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد''میں

03 تا 09 جنوری 2021ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاءِ اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-
☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

08 تا 10 جنوری 2021ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراءِ، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء
اور امراء و نقباء و معاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-7223010 ، 041-8732325

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-35473375(042)

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.44